سیرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ (قسط نمبر ۲)

تحریر: شیخ الحدیث

حضرت مولانا حافظ عبدالعزیز علوی حفظہ اللہ

معاویہؓ دور فاروقی میں :-

دور نبوی اور عہدی صدیقی میں جو گورنر جس مقام پر متعین تھے عمر فاروقؓ نے انہیں وہیں رہنے دیا۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے تمام دور خلافت میں حضرت معاویہؓ کو شام کی گورنری پر برقرار رکھا۔

حضرت عمرؓ نے اپنے شام کے گورنر یزید بن ابی سفیان کو حکم دیا کہ رومیوں کی فوجی چھاؤنی تیساریہ پر حملہ کرو انہوں نے اس چھاؤنی کا محاصرہ کرلیا اس محاصرہ نے طول کھینچا تو انہوں نے اپنے بھائی کو اپنا قائم مقام بنایا اور خود دمشق واپس آگئے آخر کار حضرت معاویہؓ نے اس چھاؤنی پر قبضہ کرلیا۔ حضرت عمرؓ اور مسلمانوں نے فتح پر انتہائی مسرت و شادمانی کا اظہار کیا اللہ اکبر کی صدائیں بلند کرکے اس فتح کا استقبال کیا۔ (فتوح البلدان بلاذری ۱۴۷۔ ۱۴۹)

حضرت یزید بن ابی سفیان طاعون عمواس میں وفات پاگئے تھے۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے ان کی جگہ امیر معاویہؓ کو مستقل کر دیا۔ اور ان کے علاقہ ولایت میں توسیع کر دی۔ ابوبکر ابن العربی لکھتے ہیں حضرت معاویہؓ کی حسن سیرت، مسلمانوں کے اتحاد واتفاق کی حفاظت، سرحدوں کی نگہداشت، فوج کی اصلاح، دشمن پر غلبہ اور مخلوق کی دیکھ بھال کی صلاحیت کو دیکھ کر حضرت عمرؓ نے شام کا تمام علاقہ ان کے سپرد کر دیا۔ (العواصم من القواصم ص ۲۰۳۔ ۲۰۵)

حضرت عمر نے جب عمیر بن سعد کو حمص کی گورنری سے معزول کرکے یہ علاقہ بھی

حضرت معاویہؓ کے سپرد کیا۔ تو لوگوں نے اس پر کچھ ناگواری اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ معزول گورنر نے حضرت عمرؓ کی اصابت رائے کی تائید کرتے ہوئے فرمایا۔ لوگو معاویہؓ کا تذکرہ صرف خیرو بھلائی کیساتھ کرو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے اے اللہ معاویہؓ کو ذریعہ ہدایت بنا۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۲۲)

جن حضرات کو حضرت عمرؓ کے طریق کار کا مطالعہ کرنے کا شرف حاصل ہے وہ جانتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اپنے عاملوں کے سلسلہ میں انتہائی حزم واحتیاط کو ملحوظ رکھتے تھے جب تک انہیں کسی شخص پر مکمل اعتماد اور پورا اطمینان نہ ہو تا وہ کسی مقام یا علاقہ کا امیر، مقرر نہیں کرتے تھے، پھر جس شخص کو امیر مقرر کرتے اس کا پورا پورا خیال رکھتے اور اس کا محاسبہ کرتے، جب کبھی کسی کو معیار مطلوب سے فروتر پاتے۔ یا اس کے خلاف کوئی شکایت وصول ہوتی۔ تو اس کا احتساب کرتے۔ آپ کے احتساب سے نہ فاتح ایران سعد بن ابی وقاص بچے، نہ فاتح مصر عمرو بن العاص، نہ مصر کے گورنر عیاض بن غنم، حضرت معاویہؓ وہ واحد شخصیت ہے جس پر حضرت عمرؓ کا اعتماد بڑھتا گیا اور انہیں ان کے علاقہ پر ہمیشہ برقرار رکھا گیا ہمیشہ ان کے اوصاف حمیدہ اور خصائص جمیلہ کی تعریف توصیف کی اور کھلم کھلا فرمایا لوگو جب تم میں معاویہؓ جیسا عقل ودانش کا پیکر موجود ہے۔ تو پھر تمہیں قیصر وکسریٰ کی زیرکی و دانائی کے تذکرہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ (طبری ج ۴ ص ۲۴۴)

جب شام سے واپسی پر حضرت عمرؓ نے جابیہ کے مقام پر حضرت شرحبیل بن حسنہ کو معزول کرکے ان کی جگہ امیر معاویہؓ کو ولایت دی۔ اور لوگوں نے معزولی کی وجہ دریافت کی تو حضرت عمر نے جواب دیا میں نے شرحبیل کو کسی ناراضی کی بنا پر معزول نہیں کیا۔ صرف اس لئے معزول کیا کہ ادھر ایک مضبوط منتظم گورنر کی ضرورت ہے۔ (سیدنا معاویہؓ ج ۲ ص ۲۱)

حضرت عمرؓ کے اس جواب سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمرؓ، حضرت معاویہؓ کی ذہانت، قابلیت، حسن تدبیرو انتظام کی صلاحیت سے بہت متاثر تھے اور اس کے معترف بھی۔

اس دور کے تاریخ و جغرافیہ پر جن لوگوں کی گہری نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ شام کا علاقہ انتہائی جنگی اہمیت کا علاقہ تھا۔ ایک غیر مسلم سپر رومی حکومت کی سرحد اس کیساتھ ملتی ہے جس کی حریفانہ کارروائیاں عہد نبوی سے مسلسل جاری تھیں اس لئے وہاں کا نظم ونسق اور انتظام واقتدار سنبھالنے کے لئے انتہائی زیرک و دانا اور غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل دل ودماغ کی ضرورت تھی اور ایسی جگہ کا والی کسی ایسی شخصیت کو ہی مقرر کیا جا سکتا تھا جو غیر معمولی قابلیت کا مالک ہو۔ اس پر پورا اعتماد کیا جا سکتا ہو' اور اسے امور جہانبانی کا سلیقہ ہو' امیر معاویہؓ ان اوصاف سے متصف اور آزمودہ شخصیت تھے اسی لئے انہیں ہمیشہ شام کی گورنری پر برقرار رکھا گیا اور انہوں نے اپنی خداداد فراست وتدبیر سے صوبہ شام میں ایسا ماحول پیدا کر دیا کہ اس میں کسی قسم کے داخلی یا خارجی فتنہ کے سر اٹھانے کا خطرہ نہ رہا۔ صوبہ شام کی رعایا خوش حال اور فارغ البال تھی اور آپ سے انتہائی محبت وعقیدت رکھتی تھی اور آپ کی جانثار تھی چونکہ آپ اپنی فطرتی صلاحیت کی بنا پر فرائض منصبی کی ادائیگی عمدہ طریقہ سے سرانجام دیتے تھے حکمرانی کے ملکہ وسلیقہ کی بنا پر عوام کے مسائل خوش اسلوبی سے حل کرتے تھے رعایا کو حرف شکایت زبان پر لانے کا موقعہ نہیں دیتے۔ اسی لئے عمرؓ نے اپنی زندگی کے اخیر تک انہیں شام کا گورنر رکھا۔

معاویہؓ دور عثمانی میں:

حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ کا دور شروع ہوا۔ انہوں نے بھی حضرت معاویہؓ پر بھرپور اعتماد کا اظہار کیا۔ اہم امور میں ان سے مشورہ لیتے تھے اور ان کے مشورہ کو اہمیت دیتے تھے انہوں نے نہ صرف معاویہؓ کو شام کی گورنری پر برقرار رکھا بلکہ قریبی علاقے بھی ان کے ماتحت کر دیئے۔ اسی لئے حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں حضرت معاویہؓ کے وہ مخفی جوہر مزید کھلے جو قدرت نے ان کے اندر ودیعت فرمائے تھے اس دور میں آپ نے بہت سے علاقے فتح کئے۔

بحری بیڑے کا آغاز:۔

قبرص بحیرہ روم میں شام کے قریب ایک انتہائی سرسبز وشاداب علاقہ اور انتہائی خوبصورت جزیرہ تھا شام و مصر کا دفاع صحیح طور پر اس وقت تک سرانجام نہیں پا سکتا تھا جب تک اس جزیرہ سے رومیوں کے حملہ کا سدباب نہ ہوجاتا۔ اس وجہ سے حضرت معاویہؓ کی نظراس زرخیز، حسین وجمیل اور اہم جزیرہ پر حضرت فاروق کے دور ہی سے تھی اور انہوں نے حضرت عمرؓ سے قبرص پر لشکر کشی کے لئے بحری جنگ کی اجازت طلب کی تھی۔ لیکن حضرت عمرؓ نے بعض مصالح کے پیش نظراس کی اجازت نہ دی۔ جب حضرت عثمانؓ کا دور آیا۔ تو حضرت معاویہؓ نے اس اہم جزیرہ پر قبضہ کی ضرورت و اہمیت اور افادیت کی بنا پر بحری جنگ کی اجازت پر اصرار کیا۔ حضرت معاویہؓ کے بار بار اصرار کی بنا پر حضرت عثمانؓ نے بعض شروط کے ساتھ اس کی اجازت دے دی۔ مسلمانوں کی تاریخ میں بحری بیڑہ کی تیاری اور بحری جنگ کا یہ پہلا موقعہ تھا۔ جو ۲۷ھ میں دور عثمانی میں پیش آیا۔اسلامی تاریخ میں پہلی بار بحری بیڑہ تیار کرنا حضرت معاویہؓ کی ایک عظیم تاریخی خصوصیت ہی نہیں ہے۔ بلکہ ایک عظیم سعادت تھی۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا بحری جہاد کرنے والوں کو جنت کی بشارت دی تھی آپ نے فرمایا "اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا" (بخاری ج ۱ ص ۴۱۰)

میری امت کا پہلا لشکر جو بحری لڑائی لڑے گا۔ اس نے اپنے لئے جنت واجب کرلی ہے حضرت امیر معاویہؓ نے یہ پہلا بحری بیڑا صرف تیار ہی نہیں کروایا۔ بلکہ اس کی قیادت بھی کی اور قبرص کا جزیرہ آپ کے ہاتھوں ۲۸ھ میں فتح ہوا اور اس کے باشندوں پر جزیہ مقرر کیا گیا۔

حضرت انسؓ سے بخاری میں روایت ہے کہ ام حرام۔ بنت قرظہ کے ساتھ بحری سفر پر روانہ ہوئیں (بخاری ج ۱ ص ۴۰۳)

بنت قرظہ، امیر معاویہؓ کی بیوی تھی جو آپ کے بغیر بحری جنگ کے لئے نہیں جا سکتی تھی اور امیر کی موجودگی میں کوئی دوسرا شخص قیادت نہیں کرسکتا۔ (فتوح البلدان البلاذری ص ۱۶۰۔ ۱۶۱)

اس بحری جنگ کے بعد بھی رومیوں سے جہاد کا سلسلہ جاری رہا۔ رومیوں کے کچھ مزید قلعے فتح کرلئے گئے اور یہ سلسلہ حضرت عثمانؓ کی شہادت ۳۵ھ تک جاری رہا۔ جب حضرت عثمانؓ کوشہید کردیا گیا تو امت میں افتراق وانتشار کا دروازہ کھل گیا اور باغیوں کی سازشوں سے مسلمانوں میں خانہ جنگی کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

معاویہؓ دور مرتضوی میں:۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ بادل نخواستہ خلیفہ بنے۔ باغیوں نے حضرت علیؓ، زبیرؓ، طلحہ اور سعد بن ابی وقاصؓ کو خلیفہ بنانے کی سرتوڑ کوشش کی۔ آخر کار ۲۴ ذی الحجہ ۳۵ھ کو حضرت علیؓ کو مجبور کر کے خلیفہ چن لیا گیا۔

حافظ ابن کثیر نقل کرتے ہیں۔

قتل عثمان کے بعد پانچ دن تک مدینہ کا امیر غافقی بن حرب رہا۔ باغی کسی امیر کی تلاش میں رہے۔ مصری حضرت علیؓ سے باصرار امیر بن جانے کے خواہش مند تھے لیکن وہ ان سے چھپتے پھرتے تھے کوفی حضرت زبیرؓ کو تلاش کرتے تھے لیکن وہ ملتے نہیں تھے۔ بصری حضرت طلحہ سے امیر بننے کا مطالبہ کرتے تھے لیکن وہ قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تھے پھر آپس میں کہنے لگے ہم ان تینوں کو امیر نہیں بناتے۔ اس کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو جاکر کہنے لگے آپ اہل شوریٰ میں داخل ہیں آپ امیر بن جائیں لیکن وہ بھی اسکے لئے تیار نہ ہوئے۔ پھر حضرت ابن عمرؓ کے پاس گئے انہوں نے بھی انکار کر دیا۔ تو پھر وہ حیران ہوگئے اور آپس میں کہنے لگے اگر ہم امیر مقرر کئے بغیر اپنے شہروں کو واپس چلے گئے تو لوگوں میں اختلاف برپا ہوجائے گا اور ہم محفوظ نہیں رہ سکیں گے اس لئے دوبارہ حضرت علیؓ کے پاس آئے پھر اصرار کیا اور اشتر نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کرلی۔ پھر دوسرے لوگوں نے بیعت کی۔ اور اہل کوفہ کا دعویٰ ہے کہ سب سے پہلے اشتر نخعی نے بیعت کی۔ اور یہ ۲۴ ذوالحجہ بروز جمعرات کا واقعہ ہے اور سب لوگوں کا خیال تھا حضرت علی کے سوا اور خلفیہ بنانا درست نہیں ہے۔ (البدایہ ج ۷ ص ۲۲۶)

بیعت پر جب کچھ عرصہ گزر گیا تو حضرت زبیرؓ، طلحہؓ اور دوسرے صحابہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا اے علیؓ ہم نے حدود الٰہی کے قیام کی شرط پر آپ سے بیعت کی تھی یہ لوگ دم عثمان میں شریک تھے ان کا خون بہانا ہمارے لئے جائز ہے حضرت علیؓ نے جواب دیا "میرے بھائیو! جو کچھ آپ جانتے ہیں میں اس سے بے خبر نہیں ہوں لیکن میں ان لوگوں سے قصاص کیسے لے سکتا ہوں "یملکوننا و لا نملکھم" جو ہم پر غالب ہیں اور ہمارے قبضہ میں نہیں ہیں اور ان کے ساتھ تمہارے غلام مل گئے ہیں اور بدو بھی ان کے ساتھ جمع ہیں اور یہ لوگوں کے درمیان پھر رہے ہیں "یسومونکم ماشاءوا" جو چاہتے ہیں کرواتے ہیں تو کیا جو کچھ آپ چاہتے ہیں اس کا کوئی موقع محل ہے؟ (طبری ج ۴ ص ۴۳۷ دار او سویدان بیروت تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں جب حضرت علیؓ نے یہ معذرت پیش کی تو حضرت زبیرؓ نے کہا مجھے کوفہ کا عامل مقرر کر دیجئے۔ تاکہ میں وہاں سے لشکر لاؤں حضرت طلحہؓ نے کہا مجھے بصرہ کا والی بنا دیجئے۔ میں وہاں سے لشکر لاؤں گا۔ اس طرح خارجیوں اور ان کے ساتھی بدوؤں کے خلاف ہم طاقت و قوت فراہم کرلیں گے حضرت علیؓ نے فرمایا۔ سوچ کر جواب دوں گا۔ (البدایہ ج ۷ ص ۲۲۷ - ۲۲۸)

لیکن وہ مجبور تھے خارجیوں کو تسلط حاصل تھا اس لئے وہ اس کے لئے تیار نہ ہوئے۔ صحابہ کرام نے خلیفہ مظلوم کے قصاص کا مطالبہ کیا کیونکہ بیعت رضوان کے وقت حضرت عثمانؓ کی شہادت کی افواہ پھیل گئی تھی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ ہم عثمانؓ کے خون کا انتقام لئے بغیر واپس نہیں جائیں گے اور اس کے لئے آپ نے صحابہ کرام سے ثابت قدم رہنے کی بیعت لی تھی اس سے صحابہ کرام یہ سمجھتے تھے کہ خون عثمانؓ کا بدلہ لینا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔

قال ابن عباس لو لم یطلب الناس بدم عثمان لرموا بالحجارة من السماء (البدایۃ ج ۷ ص ۱۹۳)

اگر لوگ خون عثمان کا مطالبہ نہ کرتے تو ان پر آسمان سے پتھر برستے۔

قاتلین عثمانؓ نے صحابہ کرامؓ کے تیور دیکھ کر بھانپ لیا کہ اب ہم پر عرصہ حیات تنگ ہو جائے گا۔ ہر چال چلی کہ حضرت علیؓ کو کوفہ منتقل ہونے پر مجبور کر دیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے مشورہ دیا کہ آپ ان خارجیوں کے پیچھے لگ کر مدینہ چھوڑ کر عراق کا ارادہ نہ فرمائیں "فابی علیہ ذالک کلہ و طاوع اولئک الامراء من اولئک الخوارج من اھل الامصار" (البدایۃ ج ۷ ص ۲۲۸)
انہوں نے کسی مشورہ کو قبول نہ کیا اور ان شہروں کے باغیوں کے لیڈروں کی بات ماننے پر مجبور ہو گئے۔

پھر انہیں کی سازش کے نتیجہ میں پہلے بصرہ میں جنگ جمل کا انتہائی روح فرسا اور ناخوشگوار حادثہ پیش آیا۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت علیؓ کا رخ شام کی طرف پھیر دیا۔ حضرت علی نے بصرہ سے کوفہ آکر حضرت جریر بن عبداللہ کو حضرت معاویہؓ کی طرف بھیجا اور انہیں اپنی اطاعت قبول کرنے کی دعوت دی حضرت معاویہؓ نے عمرو بن العاص اور اہل شام سے مشورہ کیا انہوں نے حضرت علیؓ کی بیعت کرنے سے اس وقت تک انکار کیا جب تک وہ قاتلیں عثمانؓ کو قتل نہیں کرتے یا ان کے حوالہ نہیں کرتے حضرت جریر نے آکر یہ صورتحال حضرت علیؓ کے سامنے رکھ دی۔

اشتر نخعی نے حضرت جریر پر سخت طعن و تشنیع کی تو وہ ناراض ہو کر دوسرے علاقہ میں چلے گئے اور وہاں کی صورتحال سے حضرت معاویہؓ کو آگاہ کر دیا حضرت علیؓ نے کوفہ سے بصرہ کا ارادہ کیا تو بہت سے ساتھیوں نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ لشکر کی قیادت نہ کریں لشکر بھیج دیں لیکن وہ بلوائیوں کے ہاتھوں مجبور تھے (البدایہ ج ۷ ص ۲۵۳ طبری ج ۴ ص ۵۶۳)

حضرت حسن نے تو مدینہ سے نکلتے وقت ہی کہا تھا یابت دع ھذا فان فیہ سفک دماء المسلمین و وقوع الاختلاف بینھم (البدایہ ج ۷ ص ۲۲۹)
ابا جان چھوڑیئے مسلمانوں کا خون بہے گا اور ان میں اختلاف پیدا ہو گا۔ اس لئے

جب آپ نے اہل مدینہ کو بصرہ جانے کی دعوت دی۔ تو بقول ابن کثیر تشاقل عنه اکثراهل المدينة واستجاب له بعضهم قال الشعبي مانهض معه فى هذه الامر غير ستة نفر من البدريين (البدایہ ج ۷ ص ۲۳۳ طبری ۱۶۴۔ ۱۶۵)

اکثر اہل مدینہ بیٹھ رہے۔ چند نے لبیک کہا اور بقول شعبی اس کام کے لئے صرف چھ بدری نکلے۔ راستہ میں مل کر پھر حضرت نے روکنے کی کوشش کی اور باپ بیٹے میں طویل گفتگو ہوئی۔ (البدایہ ج ۷ ص ۲۳۳۔ ۲۳۴)

جب حضرت علیؓ نے مدینہ سے بصرہ کا قصد کیا تو حضرت عبداللہ بن سلام نے آپ کی سواری کی لگام پکڑ کر کہا یا امیر المومنین "لا تخرج عنها فوالله لئن خرجت منها لا ترجع اليها ولا يعود اليها سلطان المسلمين ابدا (طبری ج ۴ ص ۴۵۵)

اے امیر المومنین مدینہ سے نہ نکلئے اگر آپ اس سے نکل گئے تو واپس نہیں آسکیں گے۔ اور نہ پھر اس کی طرف مسلمانوں کا اقتدار لوٹ سکے گا۔

ربذۃ مقام پر حضرت حسن آکر ملے کیونکہ وہ بھی آپ کے مدینہ سے نکلنے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اور آکر عرض کی ابا جان آپ نے میرا مشورہ نہیں مانا آپ کل بے یارو مددگار شہید ہوں گے۔ حضرت علی نے فرمایا میں نے تمہارا کونسا مشورہ نہیں مانا۔ عرض کی میں نے حضرت عثمانؓ کے محاصرہ کے وقت آپ کو مشورہ دیا تھا کہ آپ مدینہ سے چلے جائیں۔ تاکہ وہ اگر شہید ہوں تو یہ واقعہ آپ کی عدم موجودگی میں پیش آئے۔ پھر میں نے آپ کو مشورہ دیا کہ جب تک تمام شہروں اور عربوں کے وفود آکر ہر شہر کی طرف سے آپ کی بیعت نہیں کرتے تو آپ بیعت نہ لیں پھر جب طلحہ اور زبیر بصرہ جا رہے ہیں تو میں نے مشورہ دیا کہ آپ جب تک مسلمانوں کی صلح نہیں ہو جاتی گھر بیٹھ رہیں اگر بگاڑ رونما ہوا تو اس میں آپ کا ہاتھ نہیں ہوگا۔ آپ نے کوئی مشورہ نہیں مانا۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ تیرا یہ کہنا کہ میں عثمانؓ کے محاصرہ کے وقت مدینہ سے چلا جاتا تو یہ ممکن نہ تھا لقد

احیط بنا کما احیط بہ ہم تو خود اس کی طرح محاصرہ میں تھے۔ رہا یہ مشورہ کہ جب تک سب شہروں کے لوگ بیعت نہیں کرتے میں بیعت نہ لوں۔ تو خلیفہ مقرر کرنا اہل مدینہ کاکام ہے کرھنا ان یضیع ھذا الامر ہم نے اس میں خرابی وفساد برپا ہوتا" نہیں سمجھا۔ اسی طرح زبیر وطلحہ کے نکلنے کے بعد بیٹھنا مسلمانوں کی کمزوری کا باعث ہے واللہ مازلت مقہورا مذ ولیت منقوصا لا اصل الی شئی مما ینبغی (طبری ج ۴ ص ۴۵۶ مطبوعہ دار سویدان) اللہ کی قسم جب سے میں والی بنا ہوں مغلوب ہوں میں جو بھی کرنا چاہتا ہوں نہیں کرپاتا مخالفت ہوتی ہے۔

اس لئے جنگ جمل کے موقعہ پر حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ سے فرمایا اے بیٹا کاش تیرا باپ بیس سال پہلے فوت ہوجاتا تو حضرت حسن نے جواب دیا ابا جان میں تو آپ کو روکتا رہا۔ اور حضرت علی نے جواب دیا بیٹا میں نہیں سمجھتا تھا کہ معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا۔ (البدایہ ج ۷ ص ۲۴۰)

مولانا علی میاں "المرتضیٰ" میں لکھتے ہیں امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کوفہ سے شام کے ارادہ سے نکلے اور حضرت معاویہؓ کو اطلاع ملی کہ علیؓ خود چل پڑے ہیں انہوں نے اپنی شامی فوجوں کو لکھ کر بلوایا اور وہ یکجا ہوگئیں۔ (البدایہ ج ۷ ص ۲۵۴) اور بقول ابن تیمیہ" اگر حضرت علیؓ شام کا رخ نہ کرتے تو معاویہ کبھی ان پر حملہ کرنے میں پہل نہ کرسکتے۔ (منہاج السنہ ج ۲ ص ۲۱۹) امام ذہبی نے حضرت معاویہؓ اور اس کے ساتھیوں کا قول نقل کیا ہے۔ کہ ہم نیعلیؓ سے مدافعانہ جنگ لڑی ہے۔ تاکہ اپنے نفوس اور علاقہ کا تحفظ کریں جنگ کی ابتدا انہوں نے کی ہم نے تو جوابی کاروائی کی۔ (المنتقی ص ۲۶۲۔ ۲۶۳) حافظ ابن تیمیہ نے قاتلین عثمان کے بہت بڑے لیڈر جس نے سب سے پہلے حضرت علیؓ کی بیعت کی جو لشکر علی میں پیش پیش رہتا تھا۔ اور تمام بگاڑ وفساد کا محرک داعی تھا یعنی اشتر نخعی کا قول نقل کیا ہے۔ انھم ینصرون علینا لانا نحن بدانا بالقتال (منہاج السنہ ج ۲ ص ۲۰۲)

وہ ہم پر غالب آئیں گے کیونکہ ہم نے لڑائی کا آغاز کیا ہے۔

حافظ ابن تیمیہ ؒ نے لکھا ہے کہ حضرت معاویہ ؓ شروع ہی سے جنگ سے گریزاں تھے اور حضرت علی ؓ پر آخر میں جاکر اس کی ضرورت و اہمیت واضح ہوئی اس لئے وہ بھی صلح کے خواہاں تھے (منہاج السنہ ج ۳ ص ۲۳۴)

حضرت معاویہ ؓ خلافت کے خواہاں نہ تھے وہ تو صرف قاتلین عثمان سے قصاص کا مطالبہ کرتے تھے۔ مندرجہ ذیل دو واقعات اس کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

۱۔ حضرت ابوالدرداء اور حضرت ابوامامہ حضرت معاویہ کے پاس گئے اور پوچھا اے معاویہ ؓ تم علی ؓ سے کیوں لڑتے ہو۔ اللہ کی قسم وہ تجھ سے اور تیرے باپ سے پہلے مسلمان ہوئے انہیں تجھ سے زیادہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قریبی رشتہ داری کا شرف حاصل ہے اور وہ تجھ سے زیادہ خلافت کے حقدار ہیں تو حضرت معاویہ ؓ نے جواب دیا کہ میں خون عثمان ؓ کی خاطر لڑنا چاہتا ہوں انہوں نے قاتلین عثمان ؓ کو پناہ دے رکھی ہے آپ دونوں علی ؓ کے پاس جائیں اور انہیں کہیں وہ ہمیں قاتلین ؓ سے قصاص دلوائیں پھر میں اہل شام میں سے سب سے پہلے ان کی بیعت کر لوں گا۔ وہ دونوں حضرت علی ؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور انہیں یہ بات کہی تو حضرت علی ؓ نے فرمایا یہ سب جو تمہیں نظر آرہے ہیں قاتلین ہیں۔ (البدایہ ج ۷ ص ۲۵۹)

۲۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں ابو مسلم خولانی کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر حضرت معاویہ ؓ کے پاس گئے اور کہنے لگے آپ حضرت علی سے اختلاف کر رہے ہیں کیا آپ ان کے ہم پلہ اور ہم رتبہ ہیں معاویہ ؓ نے جواب دیا اللہ کی قسم میں خوب جانتا ہوں کہ وہ مجھ سے بہتر، افضل اور خلافت کے زیادہ حق دار ہیں لیکن آپ حضرات جانتے ہیں کہ حضرت عثمان ؓ کو ظلما شہید کیا گیا ہے میں ان کا عمزاد ہوں ان کے خون کا طالب ہوں کیونکہ یہ معاملہ میرے سپرد ہے آپ علی ؓ سے کہیں کہ وہ قاتلین کو میرے حوالہ کر دیں میں ان کی خلافت کو تسلیم کر لوں گا ابو مسلم حضرت علی ؓ کے پاس گئے اور اس سلسلہ میں گفتگو کی وہ اس پر آمادہ نہ ہوئے (البدایہ ج ۸ ص ۱۲۵)

باغی کون تھے:۔

مولانا علی میاں "المرتضیٰ" میں استاد محمود عباس العقاد سے نقل کرتے ہیں۔ خلیفہ نے احتساب میں افراط و غلو اور مبالغہ سے کام لیا۔ اور آزادی رائے کا جو حق اسلام نے امت اسلامیہ کے افراد کو بخشا ہے اس سے فائدہ اٹھایا گیا اور اس کو بے محل استعمال کیا گیا حضرت عثمانؓ کے خلاف محاسبہ کرنے کے لئے جو لوگ اٹھے ان میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جن کی اپنی غرضیں تھیں جو وہ کہتے تھے کرتے نہیں تھے ان میں ایسے بھی تھے جن پر حد قائم کی گئی تھی وہ بھی تھا جس کے باپ کو کسی جرم کی پاداش میں قید کرایا گیا وہ بھی تھا جس کی بیوی کو اس سے جدا کر دیا گیا تھا کہ غیر قانونی طور پر اس نے شادی کی تھی اور وہ بھی تھا جس کے ساتھ ان امور میں سے کوئی بات نہیں کی گئی مگر فساد کی نیت اس کے دل میں تھی۔ (المرتضیٰ ص ۲۱۱۔ ۲۱۲)

حضرت علی مجبور تھے:۔

مولانا علی میاں استاد محمود عباس العقاد کے حوالہ سے لکھتے ہیں (المرتضیٰ ص ۲۳۵)

امام (حضرت علیؓ) نے ایک بار قاتلین عثمانؓ سے قصاص لینے کی بات کی تو یکبارگی پوری فوج جس کی تعداد دس ہزار تھی نیزہ اٹھا کر کھڑی ہوگئی اور اعلانیہ پکار اٹھی کہ ہم سب عثمانؓ کے قاتل ہیں جو قصاص لینا چاہتا ہو وہ ہم سے قصاص لے۔

وہ مزید لکھتے ہیں۔

امام علیؓ سے جو بھی حد قائم کرنے کا مطالبہ کرتا اس سے وہ کہتے کہ جو تم جانتے ہو اس سے میں ناواقف نہیں ہوں لیکن میں کس طرح ان لوگوں سے نپٹوں جو ہم پر قابو رکھتے ہیں اور ہم ان پر قابو نہیں رکھتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ تمہارے غلام بھی ہوگئے ہیں اور جن سے آکر تمہارے اعراب (بدو) بھی مل گئے ہیں اور وہ سب تمہارے سامنے ہیں جو چاہتے ہیں کر رہے ہیں کیا تم لوگ اس بات کی گنجائش دیکھتے ہو کہ اس پر قابو پالیا جائے اور تم لوگ جو چاہتے ہو وہ کیا جاسکے۔ (طبری ج ۴ ص ۴۳۷)

واقعہ تحکیم۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گورنر کوفہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ کوفہ سے میری حمایت کے لئے بصرہ فوجی امداد روانہ کرو۔ انہوں نے جواب دیا میری اور آپ کی گردن میں عثمانؓ کی بیعت کا عہد موجود ہے اگر کسی سے جنگ ناگزیر ہے تو وہ قاتلین عثمانؓ ہیں جب تک ان سے نہ نمٹ لیں اور کسی کے خلاف فوجی کارروائی نہیں کریں گے۔ (البدایہ ج ۷ ص ۲۳۵)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ خطبہ میں لوگوں کو آپس میں لڑنے سے روکتے تھے اور وہ حدیثیں سناتے تھے جن میں آپس کی لڑائیوں میں حصہ لینے سے منع کیا گیا ہے اشتر نخعی نے گورنر ہاؤس پر قبضہ کر کے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو معزول ہونے پر مجبور کر دیا۔ (البدایہ ص ۲۳۶)

جب جنگ صفین کے نقصانات دیکھ کر اہل شام اور اہل عراق آپس میں صلح پر آمادہ ہوئے۔ کیونکہ بہت سے قاتلین عثمانؓ اس جنگ میں کام آچکے تھے۔ تو اہل کوفہ نے حضرت ابو موسیٰؓ کے موقف کو پسند کرتے ہوئے ابو موسیٰؓ کو اپنا نمائندہ بنانے کا اظہار کیا۔ حضرت علیؓ حضرت ابن عباسؓ کو اپنا نمائندہ بنانا چاہتے تھے لیکن لوگوں کے اصرار پر وہ ابو موسیٰ اشعریؓ کو نمائندہ تسلیم کرنے مجبور ہوگئے اس لئے ابو موسیٰؓ کو واپس لاکر نمائندہ بننے پر مجبور کیا گیا اہل شام کے نمائندے حضرت عمرو بن العاصؓ تھے یہ دونوں نمائندے حرب وضرب اور امن و صلح اور میدان سیاست کے مشہور شہسوار تھے دونوں نمائندوں نے آپس کے صلاح ومشورے کے بعد یہ طے کیا کہ خلافت کا مسئلہ ان کبار اور جلیل القدر صحابہ کے سپرد کیا جائے جو اس وقت بقید حیات ہیں اور اس فیصلہ تک دونوں حضرات اپنے اپنے علاقہ کا نظم ونسق قائم رکھیں دونوں نے اس فیصلہ کا اعلان کر دیا لیکن بدقسمتی سے یہ تجویز شرپسند اور فسادی لوگوں کی سازش سے جو صلح میں اپنے مفادات کی موت سمجھتے تھے عملی جامہ نہ پہن سکی۔ (العواصم من القواصم ص ۱۷۴۔۱۷۵)

لیکن یہ خیال رہے کہ حضرت معاویہؓ اس وقت خلیفہ نہ تھے اور نہ ہی حکومت کے دعویدار تھے جیسا کہ یہ بات تفصیل سے پیچھے گزر چکی ہے کہ وہ تو صرف قاتلین عثمانؓ سے

قصاص کا مطالبہ کرتے تھے اس لئے ان کو خلافت سے معزول کرنا یا خلیفہ بنانے کا اعلان کرنے کی ضرورت نہ تھی جب وہ خلیفہ تھے ہی نہیں تو انہیں اس منصب پر برقرار رکھنے کا امکان کیسے پیدا ہو سکتا تھا اس لئے امیر علیؓ کو معزول کر کے حضرت عمرو بن العاصؓ کا امیر معاویہؓ کو امیر برقرار رکھنے کا اعلان کرنا سراسر جھوٹ اور افتراء ہے۔

نیز یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت عمارؓ کی شہادت کو اپنے حق پر ہونے کی دلیل نہیں ٹھہرایا اور ان کے بعد حضرت حسنؓ نے بھی حضرت معاویہؓ کے خلاف اپنی خلافت کے قیام کے لئے اس کو دلیل نہیں بنایا۔ اگر وہ معاویہؓ کو باطل پر سمجھتے تو اس کے حق میں دستبردار کیوں ہوتے؟

حضرت علیؓ کی شہادت:۔

جب حضرت علیؓ کو ایک خارجی عبدالرحمٰن بن ملجم نے ایک سازش کے تحت شدید زخمی کر دیا تو لوگوں نے درخواست کی کہ اے امیرالمومنین آپ کسی کو اپنا جانشین مقرر فرما دیجئے۔ آپ نے جواب دیا جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا اسی طرح میں بھی اپنا جانشین نہیں بناتا۔

فان یرد اللہ بکم خیرا یجمعکم علی خیرکم (البدایہ ج ۸ ص ۱۴)

اگر اللہ کو تمہاری بہتری منظور ہوگی تو وہ تمہیں تمہارے کسی بہترین فرد پر جمع کر دے گا۔ آپ کی شہادت کے بعد اہل کوفہ نے آپ کے بڑے لڑکے حضرت حسنؓ کو ان کا جانشین مقرر کر دیا۔

حضرت حسنؓ کے ساتھ کوفیوں کا سلوک:۔

ابن کثیر کا بیان ہے۔

"جب حضرت علیؓ کی وفات ہوگئی اور حضرت حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی گئی۔ تو قیس بن سعد بن عبادۃ نے حضرت حسنؓ سے اصرار شروع کر دیا کہ اہل شام سے جنگ کرنے کے لئے پیش قدمی کریں حضرت حسنؓ کی کسی سے جنگ کرنے کی نیت نہ تھی لیکن

لوگوں نے اصرار کے ساتھ دباؤ ڈالا اور سب مل کر اتنی تعداد میں جمع ہوگئے جس قدر پہلے جمع نہیں ہوتے تھے۔ چنانچہ حضرت حسن بن علیؓ نے قیس بن سعد کو بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) فوجیوں کے ساتھ آگے بھیجا اور خود فوجیوں کے ساتھ شام کی طرف بڑھے کہ امیر معاویہؓ اور اہل شام سے قتال کریں جب مدائن سے آگے نکلے تو وہاں آکر رک گئے اور مقدمتہ الجیش کو اپنے سامنے ٹھہرایا۔ مدائن کے بیرونی حصہ پر جب وہ لشکر کیساتھ تھے کسی نے بلند آواز سے کہا۔ قیس بن سعد بن عبادہ قتل ہوگئے تو لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی اور ایک دوسرے کا سامان لوٹنے لگے یہاں تک کہ حضرت حسنؓ کے خیمے اکھاڑ لئے گئے۔ یہی نہیں بلکہ جس فرش پر وہ فروکش تھے اس کو بھی کھینچ کر اٹھانے لگے اور اس حال میں ایک دوسرے کو زخمی کرنے لگے۔ اور خود حضرت حسنؓ کو بھی زخم آیا۔ جوکہ کاری نہ تھا آپ زخمی حالت میں اٹھ کر سوار ہوئے اور مدائن کے قصر میں چلے گئے مختار بن ابی عبید نے اپنے چچا سعد بن مسعود سے کہا جو کہ مدائن کا گورنر تھا کیا تم کو دولت وعزت حاصل کرنے کا راستہ بتاؤں کہا کیا مطلب؟ کہا حسنؓ کو پکڑو اور قید کرکے معاویہؓ کے پاس بھیج دو۔ سعد بن مسعود نے کہا خدا تجھ کو رسوا کرے اور تیری تدبیر کو غارت کرے کیا میں نواسہ رسول کریم ﷺ سے دھوکہ بازی کروں (البدایہ ج ۸ ص ۱۴ بحوالہ المرتضیٰ)

علامہ ابن کثیر آگے لکھتے ہیں اہل عراق نے حضرت حسنؓ کا انتخاب اس نیت سے کیا تھا کہ وہ اہل شام سے جنگ کریں گے۔ لیکن وہ جو چاہتے تھے وہ پورا نہیں ہوا۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۶)

آگے لکھتے ہیں جب حضرت حسنؓ نے دیکھا کہ ان کی فوج میں اختلاف و انتشار ہے تو آپ ان سے بیزار ہوگئے اور حضرت معاویہؓ کو ایک خط لکھا جس میں ان کے سامنے صلح کی تجویز رکھی۔ اور چند شرائط رکھیں کہ اگر وہ اس کو قبول کرلیں تو وہ امارت سے حضرت معاویہؓ کے حق میں دستبردار ہوجائیں گے اور مسلمان خون ریزی سے بچ جائیں گے۔ لوگوں کو اس خط کا علم ہوا اور حضرت معاویہؓ کے حق میں اتفاق رائے ہوگیا۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۶ بحوالہ المرتضیٰ ص ۳۵۳)

فئۃ باغیۃ اور حضرت معاویہؓ:۔

حضرت عمار بن یاسرؓ کے بارے میں حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں مسجد نبوی بناتے وقت ہم ایک ایک اینٹ اٹھا رہے تھے اور حضرت عمار دو دو اینٹیں اٹھا رہے تھے نبی اکرم ﷺ نے اسے دیکھا اور اس کے جسم سے مٹی جھاڑتے ہوئے فرمایا افسوس عمار کو ایک باغی ٹولی قتل کرے گی۔ وہ اسے جنت کی طرف بلائے گا اور وہ اسے دوزخ کی طرف بلائے گی۔ (بخاری ج ۱ ص ۶۴)

حضرت عمارؓ جنگ صفین میں شہید ہوئے اور وہ حضرت علیؓ کے پرزور حامی تھے۔ اس لئے بعض فاضل حضرات نے حضرت معاویہؓ کو فئہ باغیہ قرار دیا ہے اور اس کو حضرت معاویہؓ کے باطل پر ہونے کی دلیل قرار دیا ہے لیکن یہ بات انتہائی غلط اور افسوس ناک ہے کہ حضرت معاویہؓ اور ان کے ہمنوا اصحابہ کرام کو فئہ باغیہ قرار دیا جائے اس کا معنی تو یہ ہوگا کہ یہ حضرات دوزخ کی طرف بلانے والے تھے کیونکہ اس حدیث میں یہ الفاظ صراحتہ موجود ہیں یدعونہ الی النار کس جگر ... ت یہ تسلیم کرلیں کہ یہ حضرات داعی الی النار تھے اس لئے اس حدیث کا صحیح مطلب وہی ہے جو حضرت معاویہؓ نے بیان فرمایا تھا کہ اس کے قاتل وہی ہیں جنہوں نے انہیں جنگ میں گھسیٹا ہے ہم پیچھے تاریخ طبری کے حوالہ سے نقل کر آئے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے اصل حقائق معلوم کرنے کے لئے مختلف شہروں میں بعض صحابہ کرامؓ کو بھیجا تھا اور حضرت عمارؓ کو مصر روانہ کیا تھا سب صحابہ واپس آگئے لیکن حضرت عمارؓ واپس نہ آئے تو صحابہ کرامؓ کو ان کی فکر ہوئی اتنے میں والی مصر حضرت عبداللہ بن سعد ابن ابی سرح کا خط موصول ہوا۔ کہ عمارؓ کو مصر کے چند لوگوں نے اپنی طرف مائل کرلیا ہے اور ان کے گرد جمع ہوگئے ہیں ان میں نمایاں افراد عبداللہ بن سبا، خالد بن ملجم۔ سودان بن حمران اور کنانہ بن بشر ہیں (طبری ج ۴ ص ۳۴۱) اور یہ بات مسلمہ ہے کہ یہ چاروں قاتلین عثمانؓ کے سرغنہ تھے اور جنگ صفین کا باعث قاتلین عثمانؓ ہی ہیں ان کے مجبور کرنے پر حضرت علیؓ شام کی طرف روانہ ہوئے تھے۔

اور بقول علی میاں اشتر نخعی کو سپہ سالار مقرر کیا گیا تھا (المرتضٰی ص ۲۵۰)

اس لئے فئہ باغیہ کا مصداق قاتلین عثمانؓ ہیں جن کو مخاطب کرکے حضرت عثمانؓ نے فرمایا تھا اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو پھر آئندہ کبھی باہمی محبت سے نہ رہ سکو گے ایک ساتھ نماز نہ پڑھ پاؤ گے اور یک جان ہو کر کبھی دشمن سے نہ لڑ سکو گے۔ (البدایہ ج ۷ ص ۱۸۴)

قاتلین عثمانؓ نے حضرت عثمانؓ کو شہید کرکے فتنہ وفساد کا دروازہ کھولا۔ مسلمانوں میں افتراق وانتشار اور خانہ جنگی کا باعث بنے اور کسی چیز کے سبب کی طرف نسبت کرنا عام چیز ہے۔ ایک جنگ میں جب بعض صحابہ کرامؓ نے ایک زخمی صحابی کو غسل جنابت کا فتویٰ دیا اور وہ نہانے سے فوت ہو گیا تو آپ نے فرمایا تھا قتلوہ قتلھم اللہ انہوں نے اسے قتل کر دیا اللہ تعالیٰ ان کو اس کا بدلہ دے۔ اس لئے حضرت حسنؓ نے کوفیوں کو کہا تھا تم میرے باپ کے قاتل ہو۔ (سیر اعلام ج ۳ ص ۱۴۵)

حضرت معاویہؓ عنہ کو اس کا مصداق بنانا بخاری شریف کی اس روایت کے رو سے غلط ہے جس میں آپ نے پیشین گوئی کرتے ہوا فرمایا لا تقوم الساعۃ حتی تقتل فئتان دعواھما واحدۃ (ج ۲ ص ۱۰۳۵) قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک دو جماعتوں میں لڑائی نہ ہوگی دونوں کا دعویٰ ایک ہی ہوگا۔ دوسری جگہ اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

لا تقوم اساعۃ حتی تقتل فئتان عظیمتان تکون بینھما مقتلۃ عظیمۃ ودعواھما واحدۃ (ج ۲ ص ۱۰۵۴)

قیامت قائم نہ ہوگی جب تک دو بڑی جماعتوں میں لڑائی نہ ہوگی ان کے درمیان بڑی لڑائی ہوگی اور دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا حضور اکرم ﷺ کا حضرت حسنؓ کے بارے میں یہ فرمانا "ابنی ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین من المسلمین" میرا یہ بیٹا سردار ہے اور اس کو مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کا ذریعہ بنائے گا۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۳)

ہمارا موید ہے کہ حضرت معاویہؓ کی جماعت فئۃ مسلمہ تھی فئۃ باغیہ نہ تھی۔ قاتلین عثمانؓ کا یہ اعتراف بھی ہمارا موید ہے غدا یجمع علیکم الناس وانما

یرید القوم کلھم انتم کل سب لوگ تمہارے خلاف متفق ہوجائیں گے یہ سب تمہارے خواہاں ہیں۔ اشتر نخعی کے الفاظ یہ تھے۔ اگر علیؓ نے ان سے صلح کرلی تو یہ صرف ہمارے خون پر صلح ہوگی اگر بات ایسی ہی ہوئی تو ہم علیؓ کو بھی عثمانؓ کے پاس پہنچا دیں گے (البدایۃ، طبری بیروت ج ۷ ص ۲۳۹)

یہ لوگ اس قدر شرپسند اور فتنہ پرور تھے اور اللہ کے ہاں مبغوض کہ ان کے لشکر میں ہونے کی وجہ سے، ان کی نحوست وپلیدی اور شریر فطرت کی بنا پر حضرت علیؓ کی خلافت کا پورا دور لڑائیوں میں گزرا اور حضرت علیؓ ہمیشہ ان سے نالاں رہے۔ بقول ابن کثیر آخر کار ان لوگوں نے حضرت علیؓ کو بے یارو مددگار چھوڑ دیا۔ ان سے کنارہ کش ہوگئے یہاں تک کہ امیر المومنین اپنی زندگی سے اکتا گئے اور موت کی تمنا کرنے لگے کہتے تھے یہ یعنی ریش مبارک۔ اس کے یعنی سر کے خون سے رنگ دی جائے گی۔ (البدایۃ ج ۷ ص ۲۳۴ بحوالہ المرتضیٰ)

اس کے مقابلہ میں قاتلین عثمانؓ سے قصاص کا مطالبہ اس قدر معقول اور اللہ کو پسند تھا کہ اہل شام نے دل وجان سے حضرت معاویہؓ کا ساتھ دیا اور حضرت علیؓ کے ساتھی ان کے لئے مصیبت بنے رہے۔ استاد عباس محمود العقاد کہتے ہیں یہ ایک حیرت انگیز تاریخی حقیقت ہے کہ دونوں لشکر (جیش عراقی وجیش شامی) ایک دوسرے کی ضد تھے۔ ایک طرف اجتماعی طور پر نظم وضبط کی پسندیدگی اور اس کو باقی رکھنے بلکہ مضبوط کرنے کی خواہش تھی دوسری طرف اجتماعی نظم سے چڑ، نفرت اور نظم وضبط کے ڈھانچے کو توڑنے اور اس کے رخ بدلنے کے محرکات و دواعی تھے۔

عقاد مزید لکھتے ہیں پہلی قسم جو نظم وضبط کی خواہاں تھی۔ وہ حضرت معاویہؓ کے حصہ میں آئی جو شام اور اس کے اطراف میں تھی۔ دوسری قسم کہ جس کے اندر اجتماعی نظم وضبط سے گریز اور نفوذ تھا وہ حضرت علیؓ کے حصہ میں آئی۔ (المرتضیٰ ص ۲۷۳۔ ۲۷۴)

حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں حضرت علیؓ کے ساتھی ان کی موافقت نہیں کرتے تھے اور حضرت معاویہؓ کے ساتھی ان کی موافقت کرتے تھے (منہاج ج ۲ ص ۲۰۲)

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد جب حضرت حسنؓ امیر معاویہؓ کے حق میں دستبردار ہو گئے۔ تو وہ پورے بیس برس خلیفہ رہے اور مسلمانوں کی لڑائیوں کا رخ کفار کی طرف پھیر دیا۔

حضرت علیؓ کا اہل شام کیلئے خراج تحسین اور اہل کوفہ سے بیزاری کا اظہار:

حضرت علی نے اپنی زندگی کے آخری خطبہ میں فرمایا خدا کی قسم میں سمجھتا ہوں کہ یہ لوگ تم پر غالب آکر رہیں گے کیونکہ تم امام کے نافرمان ہو اور وہ لوگ اپنے امیر کے اطاعت گزار، تم خیانت پسند ہو۔ اور وہ امانت دار، تم فساد انگیزی کرتے ہو اور وہ صلح و آشتی، میں نے فلاں شخص کو ایک جگہ مقرر کیا اس نے خیانت کی ایک اور شخص کو بھیجا وہ بھی خائن نکلا۔ اور بدعہدی سے کام لیتے ہوئے مال و دولت معاویہؓ کو بھیج دیا اگر میں تمہیں ایک برتن کے بارے میں امین سمجھوں تو تم اس میں بھی خیانت کرو گے۔ اے اللہ میں ان سے تنگ آگیا ہوں۔ اور یہ مجھ سے نالاں ہیں میں انہیں ناپسند کرتا ہوں اور یہ مجھے نہیں چاہتے مجھے ان سے راحت بخش اور انہیں مجھ سے (البدایہ ج ۷ ص ۳۲۵)

ان حقائق کی روشنی میں اگر بے لاگ اور حقیقت پسندانہ تجزیہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ طائفہ باغیہ قاتلین عثمانؓ تھے جن کی طبیعتوں میں نافرمانی اور سرکشی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اس بحث کو ہم حضرت علیؓ کے ایک گشتی مراسلہ پر ختم کرتے ہیں جو ہمارے اس دعوئی کا موید ہے کہ طائفہ باغیہ صرف اور صرف قاتلین عثمان تھے باقی تمام حضرات حضرت معاویہؓ کے ساتھی ہوں یا حضرت علی کے اس کا مصداق نہیں حضرت علیؓ لکھتے ہیں ہم میں اور اہل شام میں جنگ ہوئی ظاہر ہے کہ ہمارا رب ایک ہے اور ہمارا نبی ایک ہے اور ہماری دعوت اسلام بھی ایک ہے نہ ہم ایمان باللہ اور تصدیق بالرسول میں ان سے فائق اور زیادہ ہیں۔ اور نہ ہی وہ ہم سے اس میں بڑھے ہوئے ہیں ہمارا دین ایک ہے ہمارا آپس میں صرف دم عثمانؓ کے بارے میں اختلاف ہے۔ اور ہم خون سے بری ہیں۔ (نہج البلاغۃ ص ۵۴۳ بحوالہ سیدنا معاویہؓ شخصیت و کردار ج ۲ ص ۲۰۶۔۲۰۷)

خلافت معاویہؓ:۔

جب اہل کوفہ نے حضرت حسنؓ کو امیر تسلیم کر لیا تو کچھ عرصہ کے بعد حضرت معاویہؓ نے انہیں صلح کی پیش کش کی اور اس مقصد کے لئے عبد شمس کے خاندان کے دو افراد عبدالرحمٰن بن عامر کو ان کی خدمت میں بھیجا۔ انہوں نے حضرت حسنؓ سے گفتگو کی تو حضرت حسنؓ صلح پر آمادہ ہو گئے (بخاری ج۱ ص ۳۷۲)

حضرت حسنؓ ۴۱ھ میں حضرت معاویہؓ کے حق میں دستبردار ہو گئے اس طرح آپ کے حق میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی "پیشین گوئی" پوری ہو گئی جس کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔ لیکن یہ امر انتہائی حیران کن ہے کہ شیعان علی جن کے مذہب کی بنیاد من گھڑت اصول پر استوار ہوتی ہے کہ آئمہ معصوم ہیں ان کا کوئی قول و فعل، حق کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ وہ اپنے دوسرے امام معصوم حسن بن علیؓ کے اس فیصلہ کو قبول نہیں کرتے اور امیر معاویہؓ کو خلیفہ تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ ان کے قول اور فیصلہ کی مخالفت کرتے ہوئے امیر معاویہؓ پر سب و شتم کرتے ہیں اور ان کی تکفیر کو جزو ایمان سمجھتے ہیں۔

جب امیر معاویہؓ بالاتفاق خلیفہ منتخب ہو گئے تو بقول حضرت علیؓ مسلمانوں کی بہتری کی خاطر ان کو ان کے ایک بہترین فرد پر جمع کر دیا جب ابن ملجم کے ہاتھوں حضرت علیؓ مجروح ہو گئے اور شہادت کا وقت قریب تھا لوگوں نے عرض کیا امیر المومنین کسی کو خلیفہ مقرر کر دیجئے فرمایا۔ نہیں میں یہ کام تم پر چھوڑتا ہوں جس طرح رسول اکرم ﷺ نے چھوڑا تھا اگر اللہ تمہارے لئے بہتری کا ارادہ فرمائے گا تو تم میں سے جو مناسب ترین فرد ہو گا۔ اس پر تم کو جمع کر دے گا جیسا کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب میں بہتر فرد پر جمع کر دیا تھا۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۴ بحوالہ المرتضیٰ ص ۳۵۱)

اس لئے یہ سال بقول حافظ ابن کثیر عام الجماعہ کے نام سے موسوم ہوا۔ کیونکہ افتراق وانتشار کے بعد تمام مسلمان ایک امیر پر متفق ہو گئے تھے۔

اس اتفاق واتحاد سے افتراق وانتشار یک لخت ختم ہو گیا۔ جو حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد اب تک چلا آ رہا تھا۔ اس طرح حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد خانہ جنگی کے نتیجہ

میں فتوحات کا جو سلسلہ پانچ سال تک رکا رہا تھا وہ پوری قوت کے ساتھ دوبارہ شروع ہو گیا۔ آپ نے اپنے دور میں بحری قوت پر بہت توجہ دی۔ مصر وشام کے ساحلی علاقوں میں جہاز سازی کے کارخانے قائم کئے بحری فوج کی تربیت میں دلچسپی لی اور بقول بعض ایک ہزار سات سو جنگی جہاز رومیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کئے گئے اور اس بحری قوت کے بل بوتے پر معاویہ ؓ نے رومیوں کے بہت سے اہم جزائر پر قبضہ کرلیا۔ آپ کے دور میں تقریباً سترہ جنگیں لڑی گئیں اور آپ نے ۴۹ء میں قسطنطنیہ کی طرف زبردست لشکر روانہ کیا جس کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بشارت دی تھی اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لھم (بخاری ج ۱ ص ۴۱۰) میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ آور ہوگا۔ ان کو بخشش حاصل ہوگی۔

اس غزوہ کی فضیلت کی بنا پر کبار صحابہ کرام نے اس میں شرکت کی۔ اور اس غزوہ کی کمان حضرت معاویہ ؓ کے لڑکے یزید کے ہاتھ میں تھی۔ (البدایہ ج ۸ ص ۳۲)

حضرت حسن ؓ اور حسین ؓ کے ساتھ سلوک:۔

جب خلافت کی باگ ڈور پوری طرح حضرت معاویہ ؓ کے ہاتھ میں آگئی تو حضرت حسین ؓ اپنے بھائی حضرت حسن ؓ کے ساتھ معاویہ ؓ کے پاس آتے جاتے تھے اور حضرت معاویہ ؓ دونوں کا غیر معمولی اکرام کرتے تھے مرحبا وسہلا سے استقبال کرتے اور بڑے بڑے عطیات دیتے۔ جب ۵۰ھ میں حضرت حسن ؓ کا انتقال ہوگیا اس کے بعد بھی حضرت حسین ؓ تن تنہا معاویہ ؓ کے پاس ہر سال جاتے رہے (البدایہ ۸ ص ۱۶۳)

حضرت حسین ؓ کے ساتھ سلوک:۔

حضرت معاویہ ؓ امام حسین ؓ کی طرف خط

اللہ کے بندے معاویہ ؓ کی طرف سے حسین ؓ بن علی ؓ کے نام......

تمہارا خط ملا جس میں تم نے لکھا ہے کہ یمن سے آتا ہوا قافلہ روک کر اس کا سامان تم نے لے لیا ہے۔ لیکن تمہیں نہیں چاہئے تھا جبکہ وہ میرے نام آرہا تھا کیونکہ یہ حق

صاحب حکومت کا ہے کہ مال اس کے ہاتھ آئے اور پھر وہی اس کو تقسیم کرے اللہ جانتا ہے اگر تم اس کو میرے پاس آنے دیتے تو میں اس میں سے تمہارا حصہ دینے میں کوئی کمی نہ کرتا۔ لیکن بھتیجے! بات یہ ہے کہ تمہارے دماغ میں ذرا تیزی ہے کاش کہ یہ میرے ہی زمانہ تک رہے۔ کیونکہ میں تمہاری قدر وقیمت جانتا ہوں اور ایسی باتوں سے درگزر کرلیتا ہوں ڈر لگتا ہے کہ (بعد میں) تمہارا واسطہ کسی ایسے سے نہ پڑجائے جو تمہیں کوئی چھوٹ دینے کے لئے تیار نہ ہو۔ (حیات الامام حسین بن علی ازبا قرشریف القرشی شیعی بحوالہ واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر ص ۴۳)

عوام کی خبر گیری:۔

آپ نے رعایا کی بہتری اور دیکھ بھال کیلئے یہ انتظام کر رکھا تھا کہ ابوالجیش نامی ایک شخص کو مقرر کیا تھا وہ ہر روز مجالس میں آتا جاتا اور پوچھتا کیا کسی کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے؟ یا باہر سے کوئی مہمان آیا ہے اگر کسی بچے کی پیدائش یا کسی مہمان کی آمد کا علم ہوجاتا تو اسکا نام رجسٹر میں درج کرلیتا تاکہ اسکا وظیفہ جاری ہوسکے (منہاج السنہ ج ۳ ص ۱۸۵)

آپ نے لوگوں کی جان ومال اور عزت وناموس کی حفاظت کے لئے یہ حکم دیا تھا کہ دمشق کے بدمعاشوں اور غنڈوں کے نام ایک فہرست میں لکھ کر مجھے بھیجے جائیں (الادب المفرد ص ۳۲۱ المطبعہ الاثریہ)

رفاہ عامہ کے کام:۔

آپ نے رفاہ عامہ کے لئے نہریں کھدوائیں جو نہریں بند ہوچکی تھیں انہیں جاری کروایا۔ مساجد بنوائیں اور عامتہ المسلمین کی فلاح وبہبود کے لئے کئی دوسرے اقدام کئے۔ اسی وجہ سے تمام لوگ آپ سے محبت کرتے تھے۔

حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں: حضرت معاویہؓ کا برتاؤ اور رویہ اپنی رعایا کے ساتھ بہترین والیوں والا تھا۔ آپ کی رعایا آپ سے محبت کرتی تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیحین میں فرمان موجود ہے کہ تمہارے بہترین آئمہ وہ ہیں جن سے تم محبت کرتے ہو اور وہ تم سے

محبت کرتے ہیں تم ان کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے طالب رحمت ہوتے ہیں (منہاج السنہ ج ۳ ص ۱۸۹)

آپ کی رعایا کی آپ سے محبت وعقیدت کا سبب یہ تھا کہ آپ رعایا کے ادنی فرد کی مصیبت و تکلیف کو بھی محسوس فرما کر دور کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے تھے اس کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔

ابو سفیان کے آزاد کردہ غلام ثابت بیان کرتے ہیں کہ میں روم کے ایک غزوہ میں حضرت معاویہؓ کے ساتھ تھا۔ دوران جنگ ایک عام سپاہی اپنی سواری سے گر پڑا اور اٹھ نہ سکا۔ اس نے مدد کے لئے لوگوں کو پکارا۔ سب سے پہلے جو شخص سواری سے اتر کر اس کی مدد کو دوڑا وہ حضرت معاویہؓ تھے۔ (مجمع الزوائد و منبع الفوائد ج ۹ ص ۳۵۷)

آپ کا حلم و تحمل:۔

آپ اس قدر بردبار اور متحمل مزاج تھے کہ آپ کا حلم ضرب المثل بن گیا آپ کے مخالفین آپ کے پاس آتے اور بسا اوقات انتہائی گستاخانہ رویہ کرتے ہوئے سخت کلامی پر اتر آتے۔ آپ اس کو برداشت کرلیتے آپ کا یہی طرز عمل تھا جس نے بڑے بڑے سرداروں اور آپ کے مخالفوں کو سر جھکانے پر مجبور کردیا۔ حضرت جابر کا قول ہے میں نے حضرت معاویہؓ سے بڑھ کر کسی کو بردبار نہیں پایا۔ قبیصہ بن جابر کا قول ہے کہ میں نے ایسا کوئی آدمی نہیں دیکھا جو معاویہؓ سے بڑھ کر متحمل، اس سے بڑھ کر سرداری کے لائق، اس سے زیادہ باوقار و متین، ان سے زیادہ رحمدل اور نیکی کے معاملہ میں ان سے زیادہ کشادہ دل ہو۔ ایک انسان نے آپ کے منہ پر آپ کو بہت برا بھلا کہا۔ ایک آدمی کہنے لگا اے امیر المومنین آپ کتنے زیادہ حلیم ہیں؟ آپ نے جواب دیا مجھے شرم آتی ہے کہ کسی کا جرم میرے حلم سے بڑھ کر ہو (البدایہ ج ۸ ج ۱۳۵)

حضرت معاویہؓ اور آزادی رائے کا اظہار:۔

مسور بن مخرمہ بیان کرتے ہیں کہ میں معاویہؓ کے پاس گیا اور سلام کیا وہ کہنے لگے

اے مسور! تمہارا ائمہ پر طعن کرنا کس حد تک پہنچ گیا ہے میں نے کہا اسے چھوڑیئے اور جس مقصد کے لئے ہم آئے ہیں اس کے سلسلہ میں حسن سلوک سے کام لیجئے۔ تو آپ نے مجھے کہا۔ دل کی بات بتایئے تو میں جس قدر عیب لگایا کرتا تھا سب بیان کردیجئے۔ کہنے لگے آپ عیوب سے پاک ہیں۔ کیا تو نے ایسے گناہ نہیں کئے۔ جن کے بارے میں تجھے ڈر ہو کہ اگر اللہ تعالیٰ نے معاف نہ فرمایا تو ہلاک ہو جاؤ گے۔ میں نے کہا کیوں نہیں مجھ سے ایسے گناہ سرزد ہوئے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے معاف نہ فرمایا تو وہ میری تباہی کا باعث ہوں گے۔ انہوں نے کہا تو کیا وجہ ہے تم اپنے آپ کو مجھ سے معافی کا زیادہ حقدار سمجھتے ہو اللہ کی قسم رعایا یک اصلاح و بہتری، حدود کا قیام، لوگوں کے درمیان صلح و صفائی، جہاد فی سبیل اللہ اور بڑے بڑے امور جن کو اللہ کے سوا کوئی شمار نہیں کرسکتا۔ میرے اندر ان عیوب ونقائص سے زیادہ ہیں جو تو نے بیان کئے ہیں۔ اور میں نے ایسا دین قبول کیا ہے جس میں اللہ حسنات کو پسند فرماتا ہے اور برائیوں سے درگزر فرماتا ہے اللہ گواہ ہے جب بھی مجھے اللہ اور غیر اللہ کے درمیان اختیار کا موقع ملا تو میں نے اللہ کو غیر اللہ پر ترجیح دی ہے۔ مسور کہتے ہیں جب انہوں نے یہ باتیں کہیں تو میں نے غور وفکر کیا تو مجھے پتہ چلا وہ مجھ پر غالب آگئے ہیں (البدایۃ ج ۸ ص ۱۳۳۔ ۱۳۴)

ابن عون کا بیان ہے حضرت معاویہؓ کے دور میں ایک آدمی کھڑا ہو کر ان سے کہتا اے معاویہؓ تم ہمارے ساتھ ٹھیک رہو۔ ورنہ ہم تمہیں سیدھا کر دیں گے۔ آپ پوچھتے بھلا کس طرح ٹھیک کرو گے جواب ملتا۔ لاٹھی کیساتھ تو آپ فرماتے اچھا پھر تو ہم ٹھیک ہو جائیں گے۔

مخالفین اور منہ پھٹ لوگ آتے جس طرح منہ میں آتا شکائتیں کرتے آپ انتہائی تحمل اور بردباری سے ان کی شکائتیں سنتے اور حتی الامکان ان کی تکلیفوں کو دور کرتے۔

عفوو درگزر:۔

تحمل اور بردباری اور حلم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت معاویہؓ کو عفوو درگزر اور حسن خلق سے نوازا تھا اس کے لئے عجیب وغریب واقعہ بیان کرنا بے جا نہ ہوگا۔ جس سے

حضرت معاویہؓ کے صبر و تحمل عفو و درگزر اور اطاعت رسول کے جذبہ کا اظہار ہوتا ہے حضرت وائل بن حجر جو ایک یمنی شہزادے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد کچھ دیر آپ کی خدمت میں ہی رہے جب واپس جانے لگے تو حضور اکرم ﷺ نے کسی ضرورت کے تحت حضرت معاویہؓ کو ان کے ساتھ کر دیا۔ حضرت معاویہؓ ساتھ ہوئے اور پیدل چل پڑے۔ وائل بن حجر سواری پر تھے وائل بن حجر خاندانی شہزادے تھے نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور شہزادگی کی خو' بو ابھی باقی تھی اسی لئے انہوں نے معاویہؓ کو اپنے ساتھ سوار کرنا ناگوار کیا۔ کچھ دور تک معاویہؓ پیدل چلتے رہے۔ مگر عرب کے صحراء کی گرمی اور تپش "الامان والحفیظ" جب پاؤں تپتی ہوئی ریت پر جھلسنے لگے تو تنگ آکر وائل بن حجر سے گرمی کی شکایت کی اور کہا مجھے بھی اپنے ساتھ سوار کر لیجئے۔ مگر انہوں نے شاہانہ انداز میں جواب دیا یہ کیوں کر ممکن ہے کہ میں تمہیں ساتھ سوار کرلوں۔ تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو۔ جو بادشاہوں کے ساتھ سوار ہوسکتے ہیں معاویہ نے کہا چلو اپنے جوتے ہی دے دیجئے۔ کہ ریت کی گرمی کی شدت سے بچ سکوں۔ مگر وائل نے اس سے بھی انکار کر دیا اور کہنے لگے تمہارے لئے بس اتنا شرف ہی کافی ہے کہ میری اونٹنی کا جو سایہ زمین پر پڑ رہا ہے اس پر پاؤں رکھ کر ساتھ ساتھ چلتے رہو۔ الغرض شہزادے نے حضرت معاویہؓ کو سوار کیا نہ جوتا دیا۔ حضرت معاویہؓ نے سارا راستہ پیدل طے کیا ظاہر ہے معاویہؓ خاندانی اعتبار سے کچھ کم مرتبہ نہ تھے وہ قریشی سردار کے بیٹے تھے۔ لیکن انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی اطاعت میں قیامت خیز گرمی میں پا پیادہ سفر کیا اور سفر کی صعوبتوں کو برداشت کیا یہی وائلؓ حضرت معاویہؓ کے دور خلافت میں ان کے پاس آتے ہیں معاویہؓ ان کو پہچان لیتے ہیں سارا واقعہ ان کی آنکھوں کے سامنے گھوم جاتا ہے مگر وہ اس ماجرا کو بھول کر ان کی بھرپور مہمان نوازی کرتے ہیں اور ان کے ساتھ انتہائی محبت اور عزت واحترام کے ساتھ پیش آتے ہیں (الاستیعاب مع الاصابہ ج ۳ ص ۶۰۵ بحوالہ معاویہ اور تاریخی حقائق ص ۲۵۶۔ ۲۵۷)

اس واقعہ سے ان کے کریمانہ اخلاق' بلند حوصلگی عفوو درگزر تحمل وبرداشت کی

قوت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے ان کا قول ہے اللہ کی قسم میں جاہلیت کے دور میں ایک انسان کو ملتا وہ دل کھول کر مجھے برا بھلا کہتا اور میں پوری کشادہ دلی سے اسے برداشت کرتا۔ واپسی کے وقت وہ میرا دوست بن چکا ہوتا۔ اگر میں اس سے طالب مدد ہوتا تو وہ میری نصرت وحمایت کرتا۔ شریف وکریم انسان کو حلم شرف سے محروم نہیں کرتا۔ بلکہ اس کی شرافت کو بڑھاتا ہے (البدایۃ ج ۸ ص ۱۸۹)

بیت المال اور معاویہؓ :-

عطیہ بن قیس کا بیان ہے کہ ایک بار حضرت معاویہؓ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ اے لوگو! تمہیں عطیات دینے کے بعد تمہارے بیت المال میں کچھ بچ گیا ہے اس کو بھی میں تمہارے درمیان تقسیم کروں گا۔ اگر آئندہ سال بھی زیادہ مال پہنچ گیا تو وہ بھی تمہارے درمیان تقسیم کردیا جائے گا اور اگر نہ آیا تو ہم پر الزام نہ دھرنا بلاشبہ وہ مال میرا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا ہے جو اس نے تمہاری طرف لوٹایا ہے۔

امام ذہبی نے اس سلسلہ میں ایک عجیب وغریب واقعہ نقل کیا ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت معاویہؓ نے خطبہ کے دوران کہا بیت المال کا مال ہمارا ہے جس شخص کو چاہیں محروم کردیں۔ کسی انسان نے ان کی اس بات کا نوٹس نہ لیا دوسرے جمعہ انہوں نے یہ الفاظ پھر دہرائے۔ کسی نے اعتراض نہ کیا تیسرے جمعہ ان الفاظ کا پھر اعادہ کیا تو ایک شخص کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا ہرگز نہیں بیت المال کا مال ہمارا ہے۔ جو ہمارے مال اور ہمارے درمیان حائل ہوگا ہم اس کا فیصلہ تلواروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے پاس لے جائیں گے۔ آپ نے خطبہ جاری رکھا اور جمعہ سے فارغ ہو کر گھر تشریف لے گئے۔ پھر اس انسان کو بلا بھیجا لوگوں نے خیال کیا شاید اس سے باز پرس ہو اور یہ بچ نہ سکے گا۔ اس لئے لوگ بھی پیچھے چل دیئے انہیں بھی اندر بلا لیا گیا لوگوں نے دیکھا وہ شخص چارپائی پر امیر المومنین کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔ آپ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا اس شخص نے مجھے زندہ کردیا۔ اللہ تعالیٰ اس کی زندگی دراز کرے۔ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا کہ میرے بعد ایسے امراء ہوں گے جو بات کریں گے کوئی ان کی تردید کرنے کی جرات نہیں کرسکے گا۔ یہ دوزخ میں

جائیں گے۔ میں نے پہلے جمعہ بات کی کسی نے تردید نہ کی مجھے خطرہ پیدا ہو گیا کہ میں ایسے امراء میں سے تو نہیں۔ میں نے دوسرے جمعہ پھر بات کی لیکن کسی نے اعتراض نہ کیا۔ میں سمجھا کہ میں ان میں سے ہوں تیسرے جمعہ میں نے پھر بات کی تو اس شخص نے کھڑے ہو کر میری تردید کی "احیانی احیاہ اللہ" اس نے مجھے زندگی بخشی اللہ تعالیٰ اس کی عمر لمبی کرے۔

آپ کی سادگی اور فقر و استغناء

یونس بن میسرۃ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہؓ کو دیکھا کہ وہ غلام کو پیچھے سوار کئے ہوئے، پیوند لگی قمیص پہنے ہوئے دمشق کے بازاروں میں گھوم رہے تھے (البدایہ ج ۸ ص ۱۳۴) احمد بن حنبلؒ ابو جبلہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے معاویہ کو دمشق کے منبر پر دیکھا وہ پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔

آپ کا دبدبہ اور شان و شوکت:۔

آپ کے مزاج میں تواضع و فروتنی اور انکساری تھی طبیعت زاہدانہ تھی مگر شام کی گورنری کے دور میں آپ مناسب مواقع پر ظاہری شان و شوکت اور کروفر کو اختیار کرتے کیونکہ شام کا علاقہ سرحد پر واقعہ تھا اور آپ چاہتے تھے کہ کفار روم پر مسلمانوں کا رعب و دبدبہ قائم رہے۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہو جاتا ہے جس کا تذکرہ بہت سے مورخین نے کیا ہے حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں شہنشاہ روم نے حضرت معاویہؓ کو ملانے کی کوشش کی کیونکہ ان کا اقتدار رومی سلطنت کے لئے خطرہ بن چکا تھا اور شامی فوجیں اس کی افواج کو مغلوب کر کے ذلیل کر چکی تھیں اس لئے اس نے جب یہ دیکھا کہ معاویہؓ علیؓ سے جنگ میں مشغول ہیں وہ بڑی فوج لے کر کسی قریب کے ملک میں آیا اور معاویہؓ کو لالچ دی تو حضرت معاویہؓ نے اس کو لکھ بھیجا۔

بخدا اگر تم نہ رکے اور اے لعین اگر تو اپنے ملک واپس نہ گیا تو ہم اور ہمارے چچا زاد بھائی (علیؓ) دونوں آپس میں مل جائیں گے اور تجھ کو تیرے تمام قلمرو سے خارج کر دیں گے اور روئے زمین کو تجھ پر تنگ کر دیں گے۔ یہ سن کر رومی بادشاہ ڈر گیا اور جنگ بندی

کی اپیل کی۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۱۹ بحوالہ المرتضیٰ ص ۳۲۱)

جب حضرت عمرؓ بیت المقدس تشریف لے گئے تو حضرت معاویہؓ نے انتہائی شان و شوکت کے ساتھ ان کا استقبال کیا' امیر المومنین نے اس پر ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا سادگی ترک کرکے یہ رویہ کیوں اختیار کیا۔ حضرت معاویہؓ نے جواب دیا۔ یہ ایسے علاقے میں رہتے ہیں جہاں دشمن کے جاسوسوں کی بہت آمدورفت ہے۔ اس لئے دشمن کو مرعوب رکھنے' اسلام اور اہل اسلام کی عزت و وقار کیلئے ضروری ہے کہ ہم شان و شوکت کا اظہار کریں۔ اگر آپ کو یہ پسند نہیں تو جو حکم آپ کا ہوگا سر آنکھوں پر۔ یہ جواب سن کر عبدالرحمٰن بن عوف کہنے لگے۔ "دیکھئے امیر المومنین! معاویہؓ کس خوبصورت انداز سے اپنے آپ کو الزام سے بچالے گئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اس وجہ سے تو میں نے یہ بار گراں اس پر ڈالا ہے۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۲۴۔۱۲۵)

معاویہ کے اصول سیاست:

۱۔ جہاں میرا کوڑا کام دیتا ہے وہاں میں تلوار کام میں نہیں لاتا اور جہاں زبان کام دیتی ہے وہاں کوڑا کام میں نہیں لاتا۔ اگر میرے اور لوگوں کے درمیان بال برابر بھی تعلق قائم ہو جائے تو اسے قطع نہیں ہونے دیتا۔ جب لوگ اسے کھینچتے ہیں تو میں ڈھیل دے دیتا ہوں اور جب وہ ڈھیل دیتے ہیں تو میں کھینچ لیتا ہوں۔ حضرت معاویہ اور تاریخی حقائق۔ (صفحہ ۲۵۶-۲۵۵)

۲۔ میں لوگوں اور انکی زبان کے درمیان اس وقت تک حائل نہیں ہوتا جب تک وہ ہمارے اور ہماری سلطنت کے درمیان حائل نہ ہوں۔ (طبری ج ۲ ص ۱۵۷۔ طبع حیدر آباد دکن)

۳۔ انہوں نے اپنے گورنر زیاد کو لکھا۔ لوگوں کے نظم و نسق اور دیکھ بھال کیلئے یکساں طرز عمل مناسب نہیں۔ اگر ہم سب نرمی کریں تو وہ اترانے لگیں گے۔ اگر سب سختی کریں تو وہ تباہی اور ہلاکت میں مبتلا ہو جائیں گے۔ تم سختی' درشتی اور سخت گیری استعمال

کرو۔ میں محبت' الفت اور رحمت اختیار کرتا ہوں۔ تاکہ کوئی ڈرنے والا اگر ڈر محسوس کرے تو اسے داخل ہونے کا دروازہ مل جائے۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۳۶)

حضرت معاویہؓ کے روزمرہ کے معمولات:۔

مشہور مورخ ابوالحسن المسعودی المتوفی ۳۴۵ ھ جو انتہائی متعصب اور معتزلی ہے لکھتا ہے انکے ہاں دن رات میں پانچ مرتبہ اذن عام تھا جب آپ صبح کی نماز ادا کرلیتے تو ملک کے اطراف واکناف سے موصول ہونے والی رپورٹیں سنتے۔ پھر قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور اپنا ورد مکمل کرتے۔ پھر گھر تشریف لے جاتے اور کرنیوالے امور کے بارے میں ہدایت دیتے۔ پھر چار رکعات نماز ادا کرکے باہر تشریف لاتے اور اپنی مجلس میں فروکش ہوجاتے اور خصوصی آدمیوں کو آنے کی اجازت دیتے۔ اور اس سے باہمی گفتگو کرتے پھر آپکے وزراء حاضر ہوتے دن بھر کے امور کے سلسلہ میں ان سے بات چیت کرتے پھر صبح کا ناشتہ لایا جاتا جو رات کا بچا ہوا ٹھنڈا گوشت یا چوزا ہوتا۔ پھر دیر تک گفتگو فرماتے۔ اسکے بعد گھر تشریف لے جاتے۔ جب باہر نکلتے تو غلام سے کہتے کرسی نکالو۔ وہ مسجد میں لے جاکر رکھ دیتا اور آپ مقصورہ کے ساتھ ٹیک لگاکر کرسی پر بیٹھ جاتے۔ محافظ موجود ہوتے عوام الناس میں سے کمزور دیہاتی بچے عورتیں اور جنکا کوئی پرسان حال نہ ہوتا حاضر ہوتے۔ کوئی کہتا مجھ پر ظلم ہوا۔ تو فرماتے اسکی مدد کرو' کوئی کہتا میرے ساتھ زیادتی ہوئی۔ فرماتے اسکے ساتھ جاؤ اس طرح سب کی شکایت سنتے اور انکے ازالہ کا حکم دیتے جب کوئی باقی نہ رہ جاتا تو اندر تشریف لے جاتے اور چارپائی پر بیٹھ جاتے اور فرماتے فرق مراتب کو ملحوظ رکھتے ہوئے لوگوں کو آنے دو۔ معزز و مقتدر لوگ آکر مزاج پرسی کرتے جب سب لوگ بیٹھ جاتے تو فرماتے تمہیں اشراف اسلئے کہا جاتا ہے کہ تمہیں اس مجلس میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جو لوگ ہم تک نہیں پہنچ سکتے انکی ضروریات ہمارے سامنے کہو۔ وہ لوگوں کے مسائل اور ضروریات بیان کرتے۔ اور آپ انکے بارے میں احکام صادر فرماتے۔ پھر دوپہر کا کھانا لایا جاتا اور کاتب آپکے سرہانے آکھڑا ہوتا اور لوگوں کی درخواستیں سناتا۔ آپ اس کے بارے میں حکم دیتے ہر آنے والا دو تین

لئے کھانے سے تناول کرتا اس طرح تمام ضرورت مند حاضر ہوتے۔ کھانے کے بقدر ضرورت مندوں کو حاضر ہونے کا موقعہ ملتا۔ سب کی ضرورتیں پوری کرتے اور دسترخوان اٹھا لیا جاتا۔ آپ گھر چلے جاتے اور لوگ واپس لوٹ جاتے پھر ظہر تک کسی کو حاضری کا موقع نہ ملتا۔ پھر ظہر کے وقت نماز کیلئے تشریف لاتے۔ جماعت کراتے پھر چار رکعات پڑھ کر خصوصی مجلس میں بیٹھتے انواع واقسام کے کھانے پیش کئے جاتے۔ وزراء امور سلطنت کے سلسلہ میں مشورہ کے لئے حاضر ہوتے اور مجلس عصر تک قائم رہتی۔ عصر پڑھ کر گھر تشریف لے جاتے۔ پھر شام سے پہلے نکلتے اپنی چارپائی پر بیٹھتے مخصوص لوگ حاضر ہوتے۔ شام سے پہلے پہلے کھانے سے فارغ ہوجاتے اس وقت ضرورت مند حاضر نہیں ہوتے تے پھر شام کی نماز پڑھتے اس کے بعد چار رکعات ادا فرماتے اور ہر رکعت میں تقریباً ۵۰ آیات کی تلاوت کرتے۔ کبھی بلند اور کبھی آہستہ پھر عشاء تک گھر میں رہتے عشاء کے بعد خاص الخاص وزراء اور متعلقین جمع ہوجاتے وزراء سے مشورہ ہوتا اور تہائی رات تک یہ سلسلہ قائم رہتا۔ جس میں عرب و عجم کے اخبار وایام (لڑائیوں کے واقعات) عرب و عجم کے بادشاہوں کی سیاست و انتظام زیر بحث لاتے۔ پھر تہائی رات آرام فرماتے۔ پھر اٹھ بیٹھتے مقرر کارندے ایسی کتابیں سناتے جن میں بادشاہوں کے حالات و اخبار' ان کی لڑائیوں اور سازشوں کا تذکرہ ہوتا اس طرح ہر رات کو کافی حالات و واقعات اور گوناں گوں سیاسیات سننے کا موقع ملتا۔ پھر صبح کی نماز پڑھ کر حسب معمول کام شروع ہو جاتا۔ (مروج الذہب ج ۳ ص ۳۹۔۴۱)

ولایت عہد اور معاویہؓ:۔ علامہ ابن خلدون جو فلسفہ تاریخ اور تاریخ کے بین الاقوامی طور پر مسلمہ ناقد ہیں اور یزید کے حامی نہیں ہیں نے اپنے شہرہ آفاق مقدمہ میں اس مسئلہ پر شرح وبسط سے کلام کیا ہے اور دیکھ لیجئے کہ ظروف وحالات کے تقاضا کے مطابق حضرت معاویہؓ کا یہ فیصلہ درست تھا یا نہیں۔ لکھتے ہیں امامت وخلافت کا معنی اصل میں امت کی دینی ودنیاوی مصالح کی نگرانی' اور حفاظت کے ہیں پس امام لوگوں کی مصالح کا امین اور ان کی بہبود کا ذمہ دار ہے اور جب وہ اپنی زندگی

میں اس کا ذمہ دار ہے اور اسے مسلمانوں کی فلاح و بہبود عزیز ہے تو قدرتی طور پر اسکی خواہش بھی ہونی چاہئے۔ اور اس کا اخلاقی فریضہ بھی ہے کہ اپنی موت کے بعد کے لئے بھی ان کی بھلائی کی فکر کرے اور کسی ایسے آدمی کو قائم مقام کر جائے جو اس کی طرح ان کے معاملات کی دیکھ بھال کرنے والا ہو۔ اور لوگ اس سے اس طرح مطمئن رہیں جس طرح اس کے پیشرو سے مطمئن تھے اس کا نام ولایت عہد ہے اور یہ شرعاً بالکل جائز ہے کیونکہ اس کے جواز پر اور اس طرح امامت کے انعقاد پر امت کا اجماع ہو چکا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے صحابہ کرام کی موجودگی میں حضرت عمرؓ کو اسی طرح اپنا قائم مقام بنایا تھا جس کو صحابہ نے جائز ٹھہرایا اور حضرت عمرؓ کی اطاعت اپنے اوپر لازم کرلی۔ بعد ازاں جب حضرت عمرؓ کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے اپنا بار عشرہ مبشرہ کے باقی ماندہ چھ افراد کو سونپ دیا کہ وہ مشورہ کرکے خلافت کسی ایک کے سپرد کر دیں پھر ان میں سے بعض بھی بعض پر فیصلہ چھوڑتے گئے۔ یہاں تک کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو اختیار کلی دے دیا گیا۔ پس انہوں نے اپنی بہتر سے بہتر کوشش کی۔ اور عام مسلمانوں کے خیالات کا جائزہ لیا تو عثمانؓ اور علیؓ سب کو متفق پایا اب ان دو میں سے ایک کا انتخاب کرنا تھا۔ تو انہوں نے عثمانؓ کی بیعت کو ترجیح دی کیونکہ وہ نہایت سختی کے ساتھ شیخین (ابوبکر، عمر رضی اللہ عنہما) کی اقتداء پسند کرتے تھے اور اس بارہ میں عبدالرحمٰن کے ہم خیال تھے کہ ہر ایک موقع پر اپنی رائے کی بجائے شیخین کی اقتداء کرنی چاہئے چنانچہ عثمانؓ کی خلافت منعقد ہوگئی اور سب نے ان کی اطاعت اپنے اوپر لازم کرلی۔ ان دونوں موقعوں پر صحابہ کرامؓ کی کافی تعداد موجود تھی۔ مگر کسی ایک نے بھی اس بات سے انکار و اعتراض نہیں کیا۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرام ولی عہدی کے جواز پر متفق تھے اور اجماع جیسا کہ معلوم ہے حجت شرعی ہے بس امام اس معاملہ میں متہم نہیں ہوسکتا۔ اگرچہ وہ یہ کارروائی اپنے باپ یا بیٹے ہی کے حق میں کیوں نہ کرے۔ اس لئے کہ جب اس کی خیراندیشی پر اس کی زندگی میں اعتماد ہے تو موت کے بعد تو بدرجہ اولیٰ اس پر کوئی الزام نہیں آنا چاہئے! کیونکہ جو زندگی بھر اپنے آپ کو خیرخواہ ثابت کرے گا۔ مرتے وقت وہ بدخواہی کا الزام اپنے سر لینا۔ کبھی گوارا نہ کرے گا۔ بعض لوگوں

کی رائے ہے کہ باپ اور بیٹے کو ولی عہد بنانے میں امام کی نیت پر شبہ کیا جا سکتا ہے اور بعض صرف بیٹے کے حق میں یہ رائے رکھتے ہیں مگر ہمیں ان دونوں سے اختلاف ہے ہماری رائے میں کسی صورت میں بھی امام سے بدگمانی کی کوئی وجہ نہیں ہے اور خاص کر ایسے مواقع پر کہ جہاں ضرورت داعی ہو مثلاً کسی مصلحت کا تحفظ یا کسی مفسدہ کا ازالہ اس میں مضمر ہو تب تو کسی طرح سوء ظن کی کوئی وجہ نہیں جیسا کہ حضرت معاویہؓ کا اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد بنانے کا واقعہ ہے اولا تو معاویہؓ کا لوگوں کے عمومی اتفاق کے ساتھ ایسا کرنا اس باب میں بجائے خود ایک حجت ہے اور پھر انہیں متہم یوں بھی نہیں کیا جا سکتا کہ ان کے پیش نظر یزید کو ترجیح دینے سے بجز اس کے کچھ نہیں تھا کہ امت میں اتفاق واتحاد قائم رہے اور اس کے لئے ضروری تھا کہ اہل حل وعقد میں اتفاق ہو اور اہل حل وعقد صرف یزید ہی کو ولی عہد بنانے میں متفق ہوسکتے تھے کیونکہ وہ عموما بنو امیہ تھے اور بنو امیہ اس وقت اپنے میں سے باہر کسی کی خلافت پر راضی نہیں ہوسکتے تھے (اور ان کی عدم رضامندی سخت افتراق وانتشار کا باعث ہوتی۔) کیونکہ وہ قریش بلکہ پوری ملت کا سب سے بڑا بااثر اور طاقت ور گروہ تھا ان نزاکتوں کے پیش نظر حضرت معاویہؓ نے یزید کو ولی عہدی کے لئے ان حضرات پر ترجیح دی جو اس کے زیادہ مستحق تھے چنانچہ اتفاق واتحاد قائم رکھنے کی خواہش وجذبہ کی بنا پر فاضل سے مفضول کی طرف عدول کیا گیا جبکہ اتفاق و اتحاد کی شارع کے نزدیک بہت ہی اہمیت ہے حضرت معاویہؓ کے متعلق اس کے سوا کوئی گمان نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے مصلحت کی رعائت کی ان کی عدالت اور شرف صحابیت کسی اور گمان کے قیام سے مانع ہے نیز اکابر صحابہ کا وجود اور اعتراض سے سکوت اس بات کی بین دلیل ہے کہ حضرت معاویہؓ کو متہم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ وہ حق کے بارے میں مداہنت اختیار کرنے والے نہیں تھے اور نہ ہی حضرت معاویہؓ ایسے تھے کہ قبول حق کے سلسلہ میں عزت و وقار کو انا کا مسئلہ بناتے۔ وہ ان عیوب سے بلند وبالا تھے اور ان کی عدالت ان چیزوں کے ارتکاب سے ان کے لئے مانع تھی۔

مزید لکھتے ہیں۔ خلفائے اربعہ کے دور میں اور معاویہؓ کے دور میں ایک بہت بڑا

فرق ہوگیا تھا اور وہ یہ تھا کہ خلفاء اربعہ کے دور میں (جبکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ شیخین کے دور میں) مسلمانوں کی طبیعتوں پر دین کی گرفت بہت مضبوط تھی ان کی پسند وناپسند اور رضا وعدم رضا کا معیار صرف دین تھا اور ان کا دینی ضمیر ہر اس بات سے باز رکھنے کے لئے کافی تھا جو دینی نقطہ نظر سے نامناسب تھی اور ہر اس بات پر آمادہ کر دیتا تھا جس میں دینی بھلائی ہوتی۔ پس ان حضرات میں سے جس نے اپنے بعد کے لئے اور خلافت کے لئے کسی کو منتخب کیا تو ایسے کو منتخب کیا جو دینی نقطہ نظر سے منتخب ہونا چاہئے تھا اس کے علاوہ کوئی وجہ ترجیح ان کے یہاں نہیں تھی بس یہی کچھ دیکھ کر وہ اپنا بار امانت کسی کو سونپ دیتے تھے اور پھر اس شخص کو اس کے دینی ضمیر کے سپرد کر دیتے تھے (جو اس وقت بہت ہی حساس اور قابل اعتماد تھا) لیکن ان کے بعد یہ حالت نہ رہی۔ بلکہ حضرت معاویہؓ کا دور جب شروع ہوا تو دو تغیر جو تدریجی طور پر آرہے تھے اس وقت اچھی طرح ظاہر ہوگئے تھے ایک تو وہ عصبیت جو دین کے تقاضوں کے تحت دب گئی تھی بلکہ دینی عصبیت میں تبدیل ہوگئی تھی اس دباؤ سے نکل کر اپنی طبعی انتہا ملوکیت پر پہنچ گئی اور دوسرے دینی ضمیر کی روک ٹوک کمزور پڑ گئی لہٰذا اب (امت کی شیرازہ بندی اور جماعت واطاعت کی بقاء کے لئے) شخصی حکومت اور عصبیت کا سہارا لینا ضروری ہوگیا (یعنی یہ کہ سارا اقتدار ایک ایسے فرد واحد کے ہاتھ میں دے دیا جائے جس کو وقت کی سب سے بڑی عصبی طاقت کی پشت پناہی حاصل ہو، پس حضرت معاویہؓ اگر کسی ایسے شخص کو اپنا جانشین بناتے۔ جس کو (بنوامیہ کی) عصبیت حاصل نہ ہوتی تو ان کی یہ کاروائی یقیناً الٹ دی جاتی۔ نظم خلافت درہم برہم ہوجاتا اور امت کا شیرازہ بکھر جاتا۔ دیکھئے مامون الرشید نے زمانہ کی تبدیلی کا یہ حکم نظرانداز کرکے علی بن موسیٰ بن جعفر الصادق کو اپنا ولی عہد نامزد کر دیا تھا تو نتیجہ کیا نکلا۔ عباسی خاندان نے پورے معنی میں بغاوت کر دی۔ نظم خلافت درہم برہم ہوگیا اور مامون کو خراسان سے بغداد پہنچ کر معاملات کو قابو میں کرنا پڑا۔ (واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر ص ۱۱۴۔ ۱۱۷)

ابن خلدون آگے چل کر خروج علی حسین کے سلسلہ میں لکھتے ہیں حضرت حسین اپنے آپ کو یزید کے مقابلہ میں خلافت کا اہل سمجھتے تھے اور یہ محسوس کرتے تھے کہ میرے

اندر اس کو ہٹانے کی قوت وطاقت موجود ہے بلاشبہ ان کی اہلیت میں کوئی شک نہیں۔ لیکن اپنی قوت وطاقت کا انہوں نے غلط اندازہ لگایا کیونکہ مضری عصبیت کا مرکز قریش تھے اور قریش کی عصبیت عبد مناف کو حاصل تھی اور عبد مناف میں عصبیت وحمایت کا مرکز بنوامیہ تھے قریش اور تمام لوگ بنو امیہ کی اس حیثیت کو تسلیم کرتے تھے کوئی اس کا منکر نہ تھا اسلام کے ابتدائی دور میں دینی عصبیت کی بناپر اس کو نظرانداز کر دیا گیا لیکن اب عصبیت پھر ابھر آئی تھی اور عرب بنوامیہ کے دوسرے قریشیوں کے مقابلہ میں زیادہ اطاعت گزار تھے (مقدمہ ابن خلدون ص ۱۷۱ طبع دار الفکر)

مصری فاضل محب الدین خطیب لکھتے ہیں قریش کے تعصب کی بناپر کچھ نوجوان جو یزید کے ہم عمر تھے اپنے آپ کو بعض وجوہ کی بناپر ولایت وامارت کا مستحق سمجھتے تھے حتی کہ سعید بن عثمان اور ان سے کم عمر لوگ بھی معاویہ ؓ کا جانشین بننے کے خواہاں تھے اور ولی عہد کی نامزدگی کی بجائے شوریٰ کو انتخاب کے لئے نامزد کرنا بہتر اور افضل قرار دیتے تھے لیکن امیر معاویہ ؓ سمجھتے تھے اگر امیر کے انتخاب کے لئے شوریٰ کا انتخاب کیا گیا تو اس سے مسلمانوں میں خونریزی کا اس قدر وسیع سلسلہ شروع ہو جائے گا کہ قریش کے تمام اہل افراد موت کے گھاٹ اتر جائیں گے۔

خصوصی اوصاف وامتیازات تو مختلف قریشی نوجوانوں میں منتشر تھے وہ بعض وجوہ سے ایک دوسرے پر امتیاز رکھتے تھے لیکن یزید بعض خصوصی امتیازات میں ان کے شریک ہونے کے ساتھ ایک بہت بڑی خصوصیت جس کے بل بوتے پر حکومت واقتدار کا کاروبار چلتا ہے منفرد حیثیت کا مالک تھا یعنی فوج اور عسکری طاقت جو اختلاف کی صورت میں فیصلہ کن اہمیت کی حامل ہوتی ہے کیونکہ اس کے ماموں بنو قضاعہ اور ان کے حلیف اس کی پشت پر تھے (حواشی العواصم من القواصم ص ۲۱۵۔ ۲۱۶)

اہلیت اور یزید:۔ اہلیت کا معیار بیان کرتے ہوئے علامہ محب الدین خطیب جن کی اسلامی تاریخ پر انتہائی گہری اور دقیق نظر تھی لکھتے ہیں اہلیت کا معیار و کسوٹی اگر یہ ہے کہ خلیفہ مجموعی خوبیوں میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے مقام پر فائز

ہو تو یہ وہ مقام ہے کہ تاریخ اسلام میں کوئی خلیفہ بھی عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سمیت اس مقام تک نہیں پہنچ سکا اگر ہم ناممکن چیز کے خواہاں ہوں اور یہ تسلیم کرلیں کہ ابوبکرو عمر جیسے خلیفہ کا پیدا ہونا ممکن ہے تو انہیں ابوبکرو عمر جیسا ماحول میسر آنا ناممکن ہے۔ (حضرت علی سے کسی نے پوچھا کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں میں ابوبکرو عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں اختلاف نہ تھا لیکن آپ کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے تو آپ نے جواب دیا تھا کہ اس کی وجہ یہ ہے وہ مجھ جیسے لوگوں کے والی تھے اور میں تجھ جیسے لوگوں کا امیر ہوں (مقدمہ ص ۱۷۱) اگر اہلیت کی کسوٹی اور پیمانہ سیرت و کردار کی استقامت و پختگی' احترام و حرمت شریعت کی انجام دہی' احکام شریعت پر عمل' لوگوں میں عدل وانصاف کا قیام' ان کے مصالح ومفادات کا دھیان' ان کے دشمن کے ساتھ جہاد اور دعوت اسلام کے لئے میدان وسیع کرنا۔ مسلمان گروہوں اور افراد کے ساتھ رفق وترس سے پیش آنا ہے تو جب یزید کی زندگی کے حالات کو صحیح اندازے سے صاف کرکے پیش کیا جائے اور لوگوں کو اصل اور واقعی حالات سے آگاہی حاصل ہو تو یہ حقیقت کھل جائے گی کہ وہ بہت سے ان لوگوں سے کم تر نہیں تھا۔ جن کے اوصاف ومحامد کی تاریخ گن گاتی ہے۔ اور بہت زیادہ تعریف و توصیف کرتی ہے (العواصم من القواصم ص ۲۱۴۔۲۱۵ کا حاشیہ نمبر ۲)

خود حضرت معاویہؓ پوری دیانت وامانت کے ساتھ یہ سمجھتے تھے کہ یزید خلافت کا اہل ہے اس لئے خطبہ میں انہوں نے یہ دعا فرمائی۔ اللھم ان کنت تعلم انی ولیتہ لانہ فیما اراہ اہل لذالک فاتمم لہ ماولیتہ وان کنت ولیتہ لانی احبہ فلا اتمم لہ ماولیتہ (البدایہ ج ۸ ص ۸۰)

اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ میں نے اس کو اہلیت کی بنا پر ولی عہد بنایا ہے تو اس ولایت کو تکمیل تک پہنچا اور اگر میرا یہ کام اس لئے ہے کہ مجھے اس سے محبت ہے تو پھر ولایت کو اس کے لئے پورا نہ فرما۔

ابن کثیر نے لکھا ہے یزید میں بعض بڑی عمدہ خصلتیں تھیں مثلاً علم وکرم شعرو فصاحت شجاعت اور امور سلطنت میں حسن رائے (واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر ۱۳۲)

حضرت معاویہؓ کی وفات کے وقت اس نے جو مختصر سا خطبہ دیا تھا اس خطبے کے آئینہ میں اس کی شخصیت ایک سنجیدہ باوقار اور صاحب علم جوان کی نظر آتی ہے نہ کہ شراب وکباب رقص و سرور اور لھو ولعب کے ایک رسیا کی۔ اس نے غسل کرکے لباس تبدیل کرکے خطبہ دیا کیونکہ وہ سفر سے واپس آیا تھا قال بعد حمد الله و الثناء عليه ايها الناس ان معاوية كان عبد امن عباد الله۔ انعم الله عليه ثم قبضه اليه وهو خيرممن بعده ودون ممن قبله ولا ازكيه على الله عزو جل فانه اعلم به ان عفى عنه فرحمته وان عاقبه فبذنبه وقدوليت الامرمن بعده

(واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر ص ۱۳۰ از مولانا عتیق الرحمان سنبھلی)

حمد وثنا کے بعد کہا اے لوگو! معاویہؓ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ تھے اللہ نے ان کو اپنی نعمتوں سے نوازا۔ اور پھر اپنے حضور بلا لیا۔ وہ اپنے بعد والوں سے بہتر اور پیشرو سے کم تر تھے میں اللہ کے سامنے اس کا تزکیہ نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ ان کو زیادہ بہتر جانتا ہے۔ اگر ان سے درگزر فرمائے گا تو یہ اس کی رحمت ہوگی اور اگر گرفت فرمائے گا تو یہ ان کے گناہوں کی وجہ سے ہوگا اور اب ان کے بعد خلافت کی ذمہ داری مجھ پر ڈالی گئی ہے۔ یزید کے ورع و تقویٰ کا پتہ اس سے بھی چلتا ہے۔ کہ جب حضرت معاویہؓ نے اس سے پوچھا كيف تراك فاعلا ان وليت اگر تمہیں امیر بنا دیا جائے تو کیا طرز عمل اختیار کرو گے۔ اس نے جواب میں کہا اللہ امیر المومنین کی زندگی لمبی فرمائے۔ حضرت معاویہؓ نے کہا میرے سوال کا جواب ضرور دو۔ تو اس نے کہا واللہ یا ابت عاملا فیھم عمل عمر بن الخطاب (البدایہ ج ۸ ص ۲۲۸) اے ابا جان اللہ کی قسم میں لوگوں کے ساتھ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ والا رویہ اختیار کروں گا۔

یزید کے بارے میں صحابہ کرام اور آئمہ کے اقوال:۔

۱۔ حضرت ابن عباسؓ حضرت معاویہؓ کے پاس گئے معاویہؓ نے یزید سے کہا کہ ان سے

حسن بن علی کی تعزیت کرو جب یزید ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے اسے مرحبا کہا اور عزت و تکریم کی۔ یزید ادب واحترام کے ساتھ انکے سامنے بیٹھ گیا۔ اور ان الفاظ میں تعزیت کی۔ "اعظم الله اجرک واحسن عزاک وعوضک من مصائبک ماھو خیر لک توابا و خیرا عقبی" تو اسکے جانے کے بعد ابن عباس نے فرمایا اولاد حرب کے خاتمہ سے علماء کا اختتام ہو جائیگا۔ (البدایہ ج ۸ ص ۲۲۸۔ ۲۲۹)

جب حضرت معاویہؓ کی وفات ہوئی تو عامر بن مسعود جمحی نے ابن عباس سے کہا۔ قاصد معاویہؓ کی موت کی خبر لے کر آیا ہے انہوں نے کافی دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا اے اللہ معاویہؓ کے لئے اپنی رحمت وسیع فرما۔ وہ اپنے سے پہلوں جیسے نہ تھے اور ان کے بعد ان جیسا نہیں آئے گا اور بے شک اس کا بیٹا ان کے خاندان کے صالح اور نیک افراد سے ہے لہذا تم اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہو۔ "واعطو طاعتکم وبیعتکم" اور اپنی اطاعت وبیعت اسے دو (انساب الاشراف للبلاذری الجزء الرابع القسم الثانی ص ۳۰۳)

۲۔ عبداللہ بن مطیع اور اس کے ساتھی حضرت علیؓ کے لخت جگر محمد بن الحنفیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے یزید کی بیعت توڑ دو اس پر اصرار کیا۔ انہوں نے انکار کردیا تو عبداللہ بن مطیع کہنے لگا یزید شراب پیتا ہے' نماز چھوڑ دیتا ہے اور کتاب و سنت کے احکام سے تجاوز کرتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا' جو کچھ تم بیان کرتے ہو وہ میں نے اس میں نہیں پایا۔ حالانکہ میں اس کے پاس جاکر ٹھہرا ہوں۔

میں نے اس کو نماز کا پابند' خیر کا متلاشی' فقہی مسائل پوچھنے والا اور سنت کا پابند پایا۔ کہنے لگے یہ محض دکھلاوے اور بطور تصنع تھا انہوں نے جواب دیا مجھ سے اس کو کیا خوف یا امید تھی کہ میرے سامنے اس نے خشوع کا اظہار کیا۔ کیا شراب نوشی کا جو تذکرہ کر رہے ہو اس نے تمہیں آگاہ کیا تھا۔ اگر اس نے آگاہ کیا تھا تو تم اس کے ساتھی ہو اور اگر اس نے تمہیں نہیں بتایا تو تمہارے لئے بغیر علم کے شہادت جائز نہیں۔ اسنے کہا ہم نے دیکھا نہیں۔ لیکن یہ سچ ہے۔ انہوں نے جواب دیا ان لوگوں کی گواہی معتبر ہے جو جانتے

ہوئے صحیح گواہی دیں۔ جاؤ میرا تمہارے ساتھ کوئی تعلق نہیں (البدایہ ج ۸ ص ۲۳۳)

۳۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، عبداللہ بن مطیع کے پاس گئے وہ دیکھ کر ساتھیوں سے کہنے لگا کہ ابو عبدالرحمٰن کے لئے مسند بچھاؤ۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمانے لگے کہ میں تمہیں ایک حدیث سنانے آیا ہوں۔ جو میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے آپ نے فرمایا جو شخص عہد اطاعت کو توڑتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو قیامت کے دن اس حال میں ملے گا کہ اس کے پاس کوئی حجت نہ ہوگی اور جو شخص اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں بیعت کا قلادہ نہ تھا وہ جاہلیت کی موت مرا۔ (البدایہ ج ۸ ص ۲۳۳)

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے کہنے پر جب اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑی تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیعت توڑنے والوں کی شدید مذمت کی۔ اور اپنے اہل وعیال اور متعلقین کو جمع کر کے فرمایا۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے قیامت کے دن ہر بدعہد کے لئے ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا ہم نے اس شخص کی بیعت اللہ اور رسول کے نام پر کی ہے اور میں اس سے زیادہ کوئی اور بدعہدی نہیں سمجھتا کہ کسی کی اللہ و رسول کے نام سے بیعت کی جائے پھر اس سے جنگ برپا کی جائے۔ اگر تم میں سے کسی کے بارے میں مجھے معلوم ہو کہ اس نے بیعت توڑی ہے یا بیعت توڑنے والوں کی متابعت کی ہے تو میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ (بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۲)

ابن کثیر لکھتے ہیں عبداللہ بن عمر اور خاندان نبوت کے لوگ ان میں سے ہیں جنہوں نے بیعت نہیں توڑی اور یزید کی بیعت کے بعد کسی کی بیعت نہیں کی۔ (البدایہ ج ۸ ص ۲۳۲)

۴۔ ابو جعفر کا قول ہے کہ آل ابی طالب اور بنو عبدالمطلب میں سے کسی نے حرہ کے ایام میں خروج نہیں کیا اور واقعہ حرہ کے بعد جب حضرت زین العابدین یزید کے سپہ سالار کے پاس گئے اس نے آپ کو خوش آمدید کہا اور بتایا کہ امیر المومنین نے مجھے آپ سے حسن وسلوک کی تلقین کی تھی تو امام زین العابدین نے فرمایا وصل اللہ امیر المومنین، اللہ تعالیٰ امیر المومنین کو اپنے سے جوڑے (از طبقات الکبریٰ ج ۵ ص ۲۱۵)

۵۔ ابوبکر ابن العربی العواصم من القواصم صفحہ ۲۱۸ پر لکھتے ہیں کہ امام مصر لیث بن سعد

نے فرمایا توفی امیر المومنین یزید فی تاریخ کذا امام لیث نے یزید کو اس وقت امیر المومنین کا نام دیا جب بنو امیہ کی حکومت ختم ہو چکی تھی۔

ابن العربی آگے لکھتے ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ جو انتہائی خشک مزاج تھے دین و ورع میں جو بلند مقام کے حامل ہیں انہوں نے اپنی کتاب الزھد میں یزید بن معاویہؓ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ اپنے خطبہ میں کہا کرتا تھا۔ جب تم میں سے کوئی بیمار ہو اور برلب مرگ پہنچ جائے پھر تندرست ہو جائے تو اسے سوچنا چاہئے اس کا کونسا عمل سب سے افضل ہے اور اس کی پابندی کرنی چاہئے۔ اور یہ بھی غور کرے کہ اس کا کونسا عمل سب سے بدتر ہے اس کو چھوڑ دینا چاہئے۔ یزید کا اس طرح تذکرہ کرنا اس کو ان صحابہ و تابعین کی جماعت میں داخل کر دیتا ہے۔ جن کے اقوال کی اقتداء کی جاتی ہے اور جن کے وعظ سن کر گناہوں سے رکا جاتا ہے اس بات کی دلیل ہے کہ امام احمد کے نزدیک اس کی قدر و منزلت عظیم تھی (ص ۲۳۲۔ ۲۳۳)

اس کے بعد لکھتے ہیں کیا اس کے فسق وفجور اور شراب نوشی کا تذکرہ کرنے والوں کو شرم وحیا نہیں آتی۔ اگر مورخین سے اللہ تعالیٰ نے مروت وحیاء چھین لی ہے تو کیا تم بھی باز نہیں آؤ گے اور امت کے افاضل آئمہ اور امت کے احبار و رھبان کی پیروی نہیں کرو گے۔ اور ملت کی طرف منسوب ملاحدہ اور مجنونوں کو نظر انداز نہیں کرو گے۔

ایک عجیب واقعہ:۔ علامہ محب الدین خطیب نے اپنے شیعی دوست عبدالکریم قاسم کا قول نقل کیا ہے کہ تم لوگ سلطان عبدالحمید کو خلیفہ کہتے ہو، اور میں تمہارا شیعی بھائی یہ اعلان کرتا ہوں کہ یزید بن معاویہ اپنی پاکیزہ سیرت کی بنا پر خلافت کا زیادہ حقدار تھا اور ہمارے خلیفہ سے شریعت محمدی پر عمل کرنے میں زیادہ سچا تھا۔ (حاشیہ العواصم ص ۲۰۸)

حضرت امیر معاویہؓ کی وفات:۔ آپ نے اپنی پوری زندگی امت مسلمہ کی فلاح وبہبود کے لئے صرف کی۔ لیکن یہ امر نہایت افسوس ناک ہے کہ آپ کو بے سروپا الزامات کا نشانہ بنایا گیا اور آپ پر طرح طرح کے

اعتراضات کئے گئے۔ حضرت معاویہؓ سے کسی نے پوچھا کیا وجہ ہے آپ بہت جلد بوڑھے ہوگئے ہیں تو آپ نے جواب دیا۔ بوڑھا کیوں نہ ہوں ہر وقت کوئی نہ کوئی انسان کھڑا ہو کر اعتراض کرتا ہے جس کا مجھے جواب دینا پڑتا ہے اگر درست جواب دوں تو تعریف نہیں کی جاتی۔ اگر چوک جاؤں تو بات ہر جگہ پھیلا دی جاتی ہے (البدایہ ج ۸ ص ۱۴۰)

آپ نے زندگی کے آخری خطبہ میں فرمایا' اے لوگو جو بوتا ہے اسے کاٹنا پڑتا ہے میں تمہارا امیر تھا میرے بعد مجھ سے کوئی بہتر امیر نہیں ملے گا۔ جو آئے گا کم تر ہوگا۔ جیسا کہ جو مجھ سے پہلے امیر گزرے وہ مجھ سے بہتر تھے (البدایہ ج ۸ ص ۱۴۱)

اسکے بعد آپ نے کہا اے یزید جب میں مرجاؤں تو کسی عاقل کو میرے غسل پر مقرر کرنا کیونکہ عقل مند اللہ کے ہاں مقام رکھتا ہے وہ مجھے اچھی طرح غسل دے اور باآواز بلند تکبیر کہے۔ اے یزید پھر الماری میں سے رومال نکالنا اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں میں سے ایک کپڑا موجود ہے اور اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں اور ناخنوں کا تراشہ موجود ہے تراشہ کو میرے ناک منہ آنکھ اور کان میں رکھ دینا اور کپڑے کو میرے جسم کے ساتھ لفافہ کے اندر رکھنا۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۴۱)

رجب ۶۰ھ میں ۷۸ سال کی عمر میں حلم وعلم تدبر وسیاست کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لئے افق آسمان سے غائب ہوگیا (انا للہ و انا الیہ راجعون)

حافظ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے خلافت فاروقی اور خلافت عثمانی میں حضرت معاویہؓ کے ہاتھوں شامی محاذ پر جہاد اور شاندار فتوحات کا جو سلسلہ چلتا رہا تھا۔ وہ اس وقت بالکل رک گیا جب ان کے اور حضرت علی کے درمیان معرکوں کا دور چلا ان دنوں میں نہ ان کے ہاتھ پر کوئی فتح ہوئی نہ ان کے ہاتھ پر' حتی کہ حضرت حسن کے ساتھ صلح ہوئی اور حضرت معاویہؓ کی خلافت پر جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے ۴۱ء میں پوری اسلامی دنیا نے اتفاق کر لیا۔ اس وقت سے لے کر اپنے سن وفات ۶۰ھ تک وہ بے غل وغش حکمران رہے۔ اس شان کے ساتھ کہ دشمن کی سرزمین پر جہاد ہو رہا ہے حق کا پرچم بلند ہے چاروں طرف سے مال غنیمت آرہا ہے اور مسلمان ان کے ساتھ آرام' انصاف اور عفو و درگزر کی فضاء میں

زندگی بسر کر رہے ہیں (البدایہ ج ۸ ص ۱۴۹ بحوالہ واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر ص ۴۲)

آخر میں آپ کے دور حکومت پر ایک متعصب اور اثنا عشری شیعہ مورخ کا تبصرہ نقل کرکے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں ظاہر ہے اس تبصرہ میں شیعی جذبات کا عکس موجود ہے۔ مگر حقیقت عنصر مجموعی طور پر غالب ہے الفضل ما شہدت بہ الاعداء ابن طباطبا اپنی کتاب الفخری میں لکھتا ہے

حضرت معاویہؓ دنیوی معاملات میں بہت ہی دانا تھے فرزانہ اور عالم تھے حلم اور باجبروت فرمانروا تھے سیاست میں کمال حاصل تھا اور دنیوی معاملات کو سلجھانے کی اعلی استعداد رکھتے تھے فصیح وبلیغ اور دانا تھے حلم کے موقع پر حلم اور سختی کے موقع پر سختی کرتے تھے لیکن حلم بہت غالب تھا سخی تھے مال خوب دیتے تھے حکومت کو پسند کرتے تھے بلکہ اس سے دلچسپی تھی رعایا کے شریف لوگوں کو انعامات سے نوازتے۔ اس لئے قریشی شرفاء مثلاً ابن عباس، ابن زبیر، ابن جعفر طیار، ابن عمر، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، ابان بن عثمان اور ابو طالب کے خاندان کے افراد سفر کرکے ان کے پاس دمشق جایا کرتے تھے اور معاویہؓ ان کی خاطر تواضع اور مہمان نوازی کے علاوہ ان کی ضروریات پوری کرتے تھے۔ لوگ ہمیشہ ان سے سخت کلامی سے پیش آتے اور نہایت ناپسندیدہ انداز اختیار کرتے لیکن کبھی تو یہ ہنسی مذاق میں اڑا دیتے اور کبھی سنی ان سنی کر دیتے اور جب ان حضرات کو رخصت کرتے تو بڑے بڑے انعامات سے نواز کر الوداع کرتے۔ ایک دفعہ ایک انصاری کو سو دینار یا درہم بھیجے انصاری نے اس کو بہت کم سمجھا اور اپنے بیٹے کو کہا یہ رقم لے جاؤ اور معاویہؓ کے منہ پر مار کر واپس کر دو۔ پھر اسے قسم دے کر کہا جیسے میں نے کہا ہے ویسے ہی کرنا وہ رقم لے کر معاویہؓ کے پاس پہنچا اور کہا اے امیر المومنین میرے والد گرامی، گرم مزاج اور جلد باز ہیں انہوں نے قسم دے کر ایسا حکم دیا اور میں ان کے خلاف جانے کی قدرت نہیں رکھتا۔ یہ سن کر معاویہؓ نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا اور کہا تمہارے والد نے جو کچھ کہا ہے اسے پورا کر لو، مگر اپنے چچا کے ساتھ نرمی بھی ملحوظ رکھو۔ صاحبزادہ شرما گیا اور رقم ڈال دی معاویہؓ نے رقم دوگنا کر کے انصاری کو بھجوا دی۔ ان کے لڑکے یزید کو جب پتہ چلا تو وہ

غصہ میں ان کے پاس آیا اور کہا آپ حلم میں مبالغہ سے کام لیتے ہیں اندیشہ ہے لوگ اسے آپ کی کمزوری اور بزدلی پر محمول کریں گے انہوں نے جواب دیا بیٹا حلم میں نہ کوئی ندامت کی بات ہے نہ برائی کی تم اپنا کام کرو اور مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو۔ اس قسم کے کردار نے معاویہؓ کو خلیفہ عالم بنا دیا اور مہاجرین وانصار میں سے ہر وہ شخص ان کے سامنے جھک گیا جو اپنے آپ کو ان سے زیادہ خلافت کا حقدار سمجھتا تھا۔ حضرت معاویہؓ مدبر انسان تھے۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک دفعہ اہل مجلس سے کہا تم لوگ قیصرو کسریٰ اور ان کے خوان کی تعریف کرتے ہو۔ حالانکہ تمہارے اندر معاویہؓ موجود ہیں۔

معاویہؓ کئی حکومتوں کے مربی اور کئی ملکوں کے راعی تھے اور کئی امتوں کے سیاستدان، حکومت میں انہوں نے بعض ایسی چیزیں ایجاد کیں جو ان سے پہلے کسی نے نہ کی تھیں مثلاً انہوں نے سب سے پہلے حاکموں کے لئے محافظ مقرر کئے جو ان کے سامنے ہتھیار تانے کھڑے رہتے۔ جامع مسجد میں انہوں نے مقصورہ بنایا جس میں حکمران اور خلیفہ دوسروں سے الگ تھلگ ہو کر تنہا نماز ادا کرسکے امیر المومنین علیؓ کے ساتھ جو حادثہ پیش آیا۔ معاویہؓ نے اس سے ڈر کر یہ کام کیا۔ انہوں نے سب سے پہلے ڈاک کا وہ انتظام کیا۔ جس سے جلد جلد خبریں موصول ہوا کریں۔ اس کے لئے یہ تدبیر اختیار کی کہ مختلف جگہوں پر نہایت چست شاہ سوار مقرر کر دیئے تاکہ جب ایک جگہ سے دوسری جگہ ایک تیز رفتار خبر رساں پہنچے اور اس کا گھوڑا تھک چکا ہو تو وہاں سے دوسرا شہسوار دوسرے تیز رفتار اور تازہ دم گھوڑے پر آگے روانہ ہو اس طرح ایک چوکی سے دوسری چوکی تک خبر تیزی کے ساتھ پہنچ جائے۔ معاویہؓ نے ملکی معاملات کے لئے ایک نیا محکمہ دیوان خاتم یعنی مہر لگانے کا محکمہ بنایا۔ یہ دوسرے قابل اعتماد محکموں میں سے ایک تھا اس کا مقصد یہ تھا کہ جب کسی معاملہ کے بارے میں خلیفہ کا حکم صادر ہو تو اسے سب سے پہلے اس محکمہ میں لایا جائے اور اس کی ایک کاپی تیار کرکے یہاں رکھ لی جائے۔ پھر اسے موم سے سربمہر کر دیا جائے۔ اس کے بعد اس محکمہ کے افسر کی مہر لگا دی جائے۔ معاویہؓ دنیوی معاملات کو حل کرنے کے لئے ہمیشہ مصروف کار رہتے، ان کی حکومت بہت مستحکم تھی اور پیچیدہ معاملات ان کے لئے

باقی صفحہ پر